فہرستِ موضوعات

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
-1	پیش لفظ	1-2
-2	قانونِ نکاح	3-4
-3	قانونِ طلاق	5-12
-4	قانونِ حق مہر	13-14
-5	قانونِ وراثت	15-21
-6	قانونِ ہبہ	22-26
-7	قانونِ وقف	27-30
-8	قانونِ شفع	31-34
-9	قانونِ کرایہ داری	35-38
-10	قومی شناختی کارڈ کی اہمیت اور اسکے حصول کا طریقہ کار	39-41
-11	ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کا اندراج	42-45
-12	جانشینی سرٹیفکیٹ کے حصول کا طریقہ کار	46-48
-13	پروانہ انصرامِ جائیداد	49-50
-14	محتسب کے دفتر میں شکایات کے اندراج و پیروی کا طریقہ کار	51-53
-15	نفقہ بیوی واولاد	54-55
-16	بچوں کی حضانت (تحویل) کا قانون وطریقہ کار	56-60
-17	موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار	61-65
-18	جائیداد کے انتقال کا طریقہ کار	66-68
-19	بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات کی سماعت کا طریقہ کار	69-71
-20	محکمانہ کاروائی کی صورت میں ملازم کی شکایات کے ازالہ کا طریقہ کار	72-75
-21	متوفی کی جائیداد میں عورت کا حصہ	76-82

-22	نکاح نامہ کی اہمیت	83-88
-23	آئین میں دیئے ہوئے بنیادی حقوق اور انکے حصول کا طریقہ کار	89-94
-24	دیوانی مقدمات میں دعویٰ / جوابِ دعویٰ دائر کرنے کا طریقہ کار	95-100
-25	پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ اور اس کا دائرہ اختیار	101-106
-26	وفاقی شرعی عدالت اور اس کا دائرہ اختیار	107-109
-27	عدالتِ عالیہ اور اس کا دائرہ اختیار	110-116
-28	ماتحت عدالتیں اور ان کا دائرہ اختیار	117-122
-29	شائع شدہ رپورٹوں کی لسٹ (Annex-I)	123-124
-30	تکمیل طلب موضوعات کی لسٹ (Annex-II)	125-128
-31	قانون فہمی سے متعلق تکمیل طلب و شائع شدہ موضوعات کی لسٹ (Annex-III)	129-135

فہرستِ موضوعات

صفحہ نمبر	عنوانات	نمبر شمار
1-2	پیش لفظ	-1
3-4	قانونِ نکاح	-2
5-12	قانونِ طلاق	-3
13-14	قانونِ حق مہر	-4
15-21	قانونِ وراثت	-5
22-26	قانونِ ہبہ	-6
27-30	قانونِ وقف	-7
31-34	قانونِ شفع	-8
35-38	قانونِ کرایہ داری	-9
39-41	قومی شناختی کارڈ کی اہمیت اور اسکے حصول کا طریقہ کار	-10
42-45	ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کا اندراج	-11
46-48	جانشینی سرٹیفکیٹ کے حصول کا طریقہ کار	-12
49-50	پروانہ انصرامِ جائیداد	-13
51-53	محتسب کے دفتر میں شکایات کے اندراج و پیروی کا طریقہ کار	-14
54-55	نفقہ بیوی و اولاد	-15
56-60	بچوں کی حضانت (تحویل) کا قانون و طریقہ کار	-16
61-65	موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار	-17
66-68	جائیداد کے انتقال کا طریقہ کار	-18
69-71	بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات کی سماعت کا طریقہ کار	-19
72-75	محکمانہ کاروائی کی صورت میں ملازم کی شکایات کے ازالہ کا طریقہ کار	-20
76-82	متوفی کی جائیداد میں عورت کا حصہ	-21

-22	نکاح نامہ کی اہمیت	83-88
-23	آئین میں دیئے ہوئے بنیادی حقوق اور انکے حصول کا طریقہ کار	89-94
-24	دیوانی مقدمات میں دعویٰ / جوابِ دعویٰ دائر کرنے کا طریقہ کار	95-100
-25	پاکستان کی عدالتِ عظمیٰ اور اس کا دائرہ اختیار	101-106
-26	وفاقی شرعی عدالت اور اس کا دائرہ اختیار	107-109
-27	عدالتِ عالیہ اور اس کا دائرہ اختیار	110-116
-28	ماتحت عدالتیں اور ان کا دائرہ اختیار	117-122
-29	شائع شدہ رپورٹوں کی لسٹ (Annex-I)	123-124
-30	تکمیل طلب موضوعات کی لسٹ (Annex-II)	125-128
-31	قانون فہمی سے متعلق تکمیل طلب و شائع شدہ موضوعات کی لسٹ (Annex-III)	129-135

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

پاکستان لاء کمیشن، جس کا نام لاء اینڈ جسٹس کمیشن آرڈیننس ۲۰۰۲ء کے تحت ۱۹ اکتوبر سے تبدیل ہو کر قانون و انصاف کمیشن آف پاکستان (Law and Justice Commission of Pakistan) ہو گیا ہے، ایک وفاقی حکومتی ادارہ ہے جو اپنے فرائض منصبی کے مطابق قوانین کی اصلاح اور عدالتی نظام کی ترقی و بہتر کارکردگی کیلئے گذشتہ ۲۵ سال سے سرگرداں ہے۔ اس کے دائرہ اختیار میں تمام ملکی قوانین کا تواتر کے ساتھ جائزہ لینا شامل ہے تاکہ سماجی اور معاشی حالات کے بدلتے تقاضوں کے مطابق ان میں ضروری ترامیم اور تجاویز مرتب کر کے حکومت کو برائے نفاذ ارسال کی جاسکیں۔ اس سلسلہ میں کمیشن مختلف قوانین وضوابط پر مشتمل ۴۵ رپورٹیں منظوری کے بعد برائے نفاذ حکومت کو پیش کر چکی ہے جن میں سے بعض کا نفاذ ہو چکا ہے۔ یہ رپورٹیں پہلے ہی شائع کی جا چکی ہیں، جو نیشنل بک فاونڈیشن (National Book Foundation) سے برائے نام قیمت پر حاصل کیجا سکتی ہیں۔ شائع شدہ رپورٹوں اور تکمیل طلب موضوعات کی لسٹ کتابچے کے آخر میں دستیاب ہے۔

سیکرٹریٹ، قانون وانصاف کمیشن نے قوانین کو عام فہم بنانے اور معاشرے میں قوانین سے متعلق شعور پیدا کرنے سے متعلق ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کیلئے عوام کو معلومات رسانی کا ایک منصوبہ شروع کیا ہے جسکے تحت مدونہ قوانین وضوابط کا اردو ترجمہ کیا جاتا ہے اور عوامی دلچسپی کے مسائل پر مفصل رپورٹیں تیار کر کے شائع کی جاتی ہیں، جنکا مقصد شہریوں کو انکے قانونی حقوق ومراعات اور ذمہ داریوں سے آگاہ کرنا اور انکی شکایات کے ازالے اور قانونی حقوق کی تنفیذ کیلئے ضابطہ کار کی وضاحت کرنا ہے۔ اس ضمن میں اب تک جتنا بھی مواد تیار ہوا ہے وہ اخبارات (press) میں شائع ہو چکا ہے اور کمیشن کی ویب سائٹ www.ljcp.gov.pk پر بھی دستیاب ہے۔ اب اس سلسلے کا تکمیل شدہ مواد عوام کی رہنمائی کیلئے اس کتابچے میں شائع کیا جارہا ہے۔ ان مواد سے متعلق کسی بھی وضاحت، مزید معلومات یا مشورے کیلئے سیکریٹریٹ کی طرف سے دیئے ہوئے فون نمبر، خط، فیکس یا ای میل کے ذریعے یا ذاتی طور پر رابطہ کرنے پر عوام کی رہنمائی کی جاتی ہے۔

قانون و انصاف کمیشن قانونی اور عدالتی اصلاح سے متعلق مسائل پر تحقیقی اور پیشہ ورانہ اداروں اور عوام کے ساتھ تعامل اور رابطے کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اصلاحِ قوانین، حصولِ انصاف، قانونی تعلیم کے معیار کی بہتری اور آگاہی عوام سے متعلق تجاویز اور مشورے اس سیکرٹریٹ کو بھیجے جا سکتے ہیں۔

ڈاکٹر فقیر حسین

سیکرٹری

قانون و انصاف کمیشن، اسلام آباد۔

۲۵ دسمبر ۲۰۰۲ء

قانونِ نکاح

نکاح پاکستان کے عائلی قوانین کے تحت نکاح کے وقت لڑکی (دلہن) کی کم از کم عمر 16 سال اور لڑکے (دولہا) کی عمر 18 سال ہونا ضروری ہے اور اسکا انعقاد گواہوں کی موجودگی میں ہونا اور ازاں بعد رجسٹر کرانا بھی لازمی ہے۔ نکاح رجسٹرار کا فرض ہے کہ نکاح فارم کے تمام کالم احتیاط سے پُر کرے مثلاً فریقین کے نام، ولدیت، عمر، پتہ، شادی سے قبل کی حیثیت جیسے کنوارا/ کنواری یا رنڈوا/ بیوہ یا طلاق دہندہ / مطلقہ (طلاق یافتہ)، زرِ مہر کی مقدار اور نوعیت، نان ونفقہ کی شرط (اگر کوئی عائد کی گئی ہو)، طلاقِ تفویض کی شرط (شوہر کا بیوی کو طلاق دینے کا حق تفویض کرنا) اور اسکے علاوہ کوئی اور شرط جو فریقین کی جانب سے عائد کی گئی ہو، فریقین اور گواہوں کی موجودگی میں متعلقہ کالم میں احتیاط سے لکھے تاکہ فریقین کے حقوق و فرائض کا صحیح طور پر تعین ہو اور نکاح نامہ میں درج طے شدہ شرائط کے حوالے سے کسی تنازعہ کی صورت میں فریقین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ نکاح نامہ کی ایک ایک کاپی دولہا اور دلہن دونوں کو دی جاتی ہے اور ایک کاپی رجسٹرار کے دفتر میں ریکارڈ کے طور پر محفوظ رہتی ہے۔ مسلم عائلی قوانین 1961ء کی دفعہ 5 کی رو سے نکاح کا رجسٹر کرانا ضروری ہے۔ رجسٹر نہ کرانے کی صورت میں نکاح انعقاد پذیر تو ہو جائے گا مگر قانون کی اس خلاف ورزی پر ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا تین ماہ قید یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

نکاح نامہ میں درج شدہ شرائط کی قانونی حیثیت نکاح نامہ میں درج شدہ شرائط پر قانونی طور پر عمل کروایا جاسکتا ہے۔ مثلاً نکاح نامہ میں اگر یہ درج ہو کہ دلہن کو منقولہ / غیر منقولہ جائیداد، زیورات، نقدی یا دیگر اشیاء دی گئی ہیں، لیکن بعد میں وہ اس سے انکار کر دے تو بذریعہ قانونی کاروائی شرطِ مطلوبہ پر عمل کروایا جاسکتا ہے۔ اِسی طرح خرچہ یا نان ونفقہ، حق مہر اور طلاق تفویض وغیرہ کے اندراجات پر بھی بذریعہ عدالتی کاروائی عمل کروایا جاسکتا ہے۔ نکاح نامہ ایک بہت ہی اہم قانونی دستاویز ہے۔ عام حالات میں اس میں ردوبدل ممکن نہیں اَلبتہ اگر دورانِ تحریر اندراج میں غلطی ہو جائے یا کسی شرط کی وضاحت ضروری ہو تو اس کی درستگی ممکن ہے بشرطیکہ فریقین اور نکاح رجسٹرار ترمیم شدہ اندراج پر دستخط کر دیں اور فارم کے خالی حصہ میں یہ درج کر دیں کہ کون سے کالم میں درستگی کر دی گئی ہے۔ ایسے نوٹ کے نیچے نکاح خوان اور فریقین کے دستخط لازمی ہیں۔ اسی طرح اگر نکاح نامہ میں کوئی ایسی شرط درج کی جائے جو قرآن وسنت یا ملکی قوانین کے خلاف ہو تو ایسی شرط کی کوئی قانونی حیثیت نہیں ہے، البتہ نکاح صحیح تصور ہوگا۔

نکاح میں درج خرچہ یانان ونفقہ اورحق مہر میں اضافہ کی حیثیت نکاح نامہ میں درج شُدہ خرچہ یانان ونفقہ میں وقت کے ساتھ ساتھ شوہر کے ذرائعِ آمدن اور دیگر حالات کے پیشِ نظر اضافہ کیا جاسکتا ہے جس کا تعین بہرحال عدالتِ مجاز کرے گی لیکن حق مہر کی رقم میں اِضافہ صرف شوہر کی رضامندی سے ہی ممکن ہے جس کیلئے نکاح نامہ میں دُرستگی کروانا ضروری نہیں ہے البتہ ایک دستاویز الگ سے تیار کر لینا بہتر ہے۔

غیر آبادی کی صُورت میں بیوی کا حقِ نان ونفقہ اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دُستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ مرد کی اَخلاقی اور قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی بچوں کی بود وباش اور نان ونفقے کا بندوبست کرے۔ اگر گھریلو ناچاقی کی وجہ سے حالات اِس نہج پر پہنچ جائیں کہ شوہر اپنی بیوی کو ہمراہ نہ رکھنا چاہے اور اُسے اپنے گھر سے نکال دے اور بیوی کو مجبوراً شوہر سے علیحدہ رہنا پڑے تو غیر آبادی کی اِس صُورت کے دوران خرچہ کے تعین کیلئے عدالت کو درخواست دی جا سکتی ہے۔ عدالت ایسا کوئی فیصلہ کرتے وقت فریقین کے طرزِ عمل کو بھی پیشِ نظر رکھے گی۔ اگر ثابت ہو جائے کہ علیحدگی کے حالات شوہر کی زیادتی کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں تو خرچہ یا نان ونفقہ کی ادائیگی کی ذمہ داری اسی پر عائد کی جائے گی۔ نہ صرف بیوی بلکہ بچوں کے اِخراجات کی ذمہ داری بھی بقدر استطاعت شوہر پر عائد ہے۔ اگر وہ اس کی ادائیگی میں ناکام رہتا ہے یا جان بوجھ کر ادا نہیں کرتا تو بیوی خرچہ سابقہ وآئندہ کے تعین وادائیگی کیلئے عدالتی چارہ جوئی کرسکتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ طلاق

طلاق قرآن وسنت کے احکامات اور ملکی قوانین کی رو سے میاں بیوی میں ناچاقی کی صورت میں شوہر کو طلاق دینے کی اجازت ہے۔ شوہر اپنی بیوی کی رضامندی کے بغیر یا بغیر کوئی وجہ بتائے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا مجاز ہے گو کہ طلاق حلال چیزوں میں اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے ناپسندیدہ چیز ہے۔ قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق اگر شوہر بیوی کو اس کے مطالبہ یا رضامندی کے بغیر طلاق دیگا تو جو کچھ بھی اس نے ازدواجی زندگی میں اسے تحفے تحائف، مہر یا نان ونفقہ کی صورت میں دیا ہوگا وہ واپس لینے کا مجاز نہیں ہوگا (سورۃ النسا، آیت۔۲۰)۔ ملکی قانون کے تحت بھی وہ کسی بھی چیز کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

طلاق دینے کا شرعی وقانونی طریقہ کار

۱۔ **طلاقِ احسن** سنتِ رسول ﷺ کے مطابق طلاق کی بہترین قسم طلاقِ احسن ہے جس کے مطابق شوہر زمانہ طہر میں صرف ایک طلاق دیتا ہے اور اس صورت میں بیوی تین حیض یا تین ماہواری (اگر عورت کو حیض نہ آتا ہو تو تین ماہ) انتظار کرتی ہے تین طہر کے اندر اندر صلح صفائی کی صورت میں شوہر کو طلاق واپس لینے اور بغیر تجدیدِ نکاح کے بیوی سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ عدت گذرنے کے بعد عورت بائنہ ہوگی تاہم شوہر اس سے دوبارہ نکاح کر سکے گا۔

۲۔ **طلاقِ حسن** طلاقِ حسن کی صورت میں شوہر ایک ایک مہینے کے وقفے سے حالتِ طہر میں طلاق دے گا۔ دو طلاقیں دینے کے بعد وہ بیوی سے رجوع کرسکتا ہے البتہ تیسری طلاق دینے کے بعد نہ صرف رجوع کا حق ختم ہو جاتا ہے بلکہ اس عورت کے ساتھ دوبارہ نکاح بھی نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس نے کسی دوسرے مرد سے نکاح کر کے صحبت کے بعد طلاق حاصل نہ کر لی ہو یا وہ آدمی فوت نہ ہوا ہو۔

۳۔ **طلاقِ بدعی** اس طریقہ طلاق میں شوہر ایک ہی وقت میں تین طلاقیں اکٹھی دیتا ہے۔ اسلام میں طلاق دینے کا یہ انتہائی ناپسندیدہ طریقہ ہے جو قرآن وسنت اور اجماعِ صحابہ کے خلاف ہے، مگر اس سے طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ ہمارے ہاں طلاق کا یہی ناپسندیدہ طریقہ رائج ہے جس سے حتی الوسع پرہیز کیا جانا چاہیے۔

موجودہ قانون میں طلاق دینے کا طریقہِ کار مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ کے تحت

طلاق کی مذکورہ اقسام میں سے کسی بھی طلاق کی صورت میں اس کا نوٹس چیئر مین ثالثی کونسل کو دینا لازمی ہے۔ چیئر مین نوٹس وصول ہونے کے بعد فریقین کے مقرر کردہ ثالثوں کے ذریعہ ان میں صلح کی کوشش کرے گا۔ صلح نہ ہونے کی صورت میں ۹۰ دن گزرنے کے بعد طلاق موثر ہو جائے گی۔ قانون کے تحت نوٹس نہ دینے کی صورت میں ذمہ دار شخص کو پانچ ہزار روپیہ تک جرمانہ یا ایک سال قید محض یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں۔

طلاق کے طریقہ کار کی درستگی کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات

اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۷ کو حسب ذیل طریقے پر تبدیل کیا جائے۔

۱۔ اگر طلاق بیوی کے مسلک کے مطابق رجعی ہو تو شوہر عدت کے دوران اس سے رجوع کر سکتا ہے۔

۲۔ اگر طلاق بیوی کے مسلک کے مطابق بائن ہو تو شوہر اس سے رجوع نہیں کر سکتا۔

۳۔ کوئی شخص ایک طہر میں دو سے زائد طلاقیں نہیں دیگا لیکن دو سے زائد دی ہوئی طلاقیں نافذ ہو جائیں گی۔

۴۔ جو شخص ذیلی دفعہ (۳) کی خلاف ورزی میں اپنے مسلک کے مطابق دو سے زائد زبانی یا تحریری طلاقیں دے گا یا کسی دوسرے کیلئے ایسا طلاق نامہ لکھے گا، جو دو سے زیادہ طلاقوں پر مشتمل ہوگا، وہ قید محض کی سزا کا مستوجب ہوگا جو ایک سال سے زائد نہ ہوگی یا اسے کوڑوں کی سزا دی جائے گی جن کی تعداد بیس سے زائد نہ ہوگی لیکن دو سے زائد دی ہوئی طلاقیں نافذ ہو جائیں گی۔

۵۔ کسی ایسی مطلقہ عورت کیلئے جس کے مسلک کی رو سے طلاق مغلظ ہو چکی ہو، سابق شوہر سے دوبارہ حلالہ کئے بغیر نکاح باطل ہوگا۔

۶۔ عدت کی مدت حسب ذیل طریق پر شمار ہوگی۔

(الف) غیر حاملہ عورت، جسے حیض آتا ہو، کیلئے طلاق کے بعد تین مرتبہ حیض کا گزر جانا اور اگر عورت اثناء عشری مسلک سے تعلق رکھتی ہو تو اس کیلئے تین طہر گزر جانا۔

(ب) جس لڑکی یا عورت کو حیض نہ آتا ہو، اس کیلئے عدت کا وقت قمری تقویم کے لحاظ سے تین مہینے۔

(ج) حاملہ عورت کیلئے وضع حمل۔

طلاق کی دیگر اقسام:

۱ **خلع** اگر میاں بیوی کے درمیان حالات اس قدر کشیدہ ہو جائیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں رہتے ہوئے اکٹھے نہ رہ سکیں اور نفرت اور ناپسندیدگی بیوی کی طرف سے ہو تو اس صورت میں بیوی شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع کی بنیاد پر عدالت کے ذریعے طلاق لے سکتی ہے، بشرطیکہ وہ حاصل کردہ تمام یا بعض مفادات شوہر کو واپس لوٹا دے یا جن شرائط پر وہ باہم رضامند ہوں۔ اعلیٰ عدالتوں کے فیصلوں کے مطابق خلع حاصل کرنے کیلئے بیوی کو کوئی وجہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں۔

۲ **طلاقِ تفویض** یہ طلاق کی وہ قسم ہے جس میں خاوند نکاح کے وقت بیوی کو خود پر طلاق لاگو کرنے کا اختیار دے دیتا ہے۔ یہ اختیار مشروط یا غیر مشروط ہو سکتا ہے۔ بیوی یہ حق عدالت سے رجوع کئے بغیر کسی وقت بھی استعمال کر سکتی ہے۔

۳ **خیارِ بلوغ** عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کے تحت شادی کے وقت دولہا کی عمر ۱۸ سال اور دلہن کی عمر ۱۶ سال ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم عمر کی شادی رجسٹرڈ نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں نابالغ بچوں کے نکاح کا اختیار انکے ولیوں کو حاصل ہے۔ ولی اپنی بچی یا بچے کا نکاح اس کی نابالغی کے دوران اپنی مرضی سے کر سکتے ہیں البتہ انہیں بالغ ہونے کے بعد اس نکاح کو رد یا فسخ کر دینے کا اختیار حاصل ہے جسے خیارِ بلوغ کہتے ہیں۔ شوہر بالغ ہونے کے بعد اگر چاہے تو بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، البتہ بیوی اپنے نکاح کو خود ختم نہیں کر سکتی بلکہ عدالت کے ذریعے اس نکاح کو ختم کرا سکتی ہے۔ یہ حق استعمال کرنے کیلئے ضروری ہے کہ بیوی بالغ ہونے کے بعد از دواجی تعلق شروع ہونے سے قبل دعویٰ دائر کرے۔ بلوغت کے بعد از دواجی تعلق قائم ہونے سے یہ اختیار ختم ہو جاتا ہے۔

قدرتی ولی (Natural Guardian) مثلاً باپ دادا کے کئے ہوئے نکاح میں خیارِ بلوغ نہیں ہوتا الا یہ کہ معلوم ہو جائے کہ اس سے پہلے بھی باپ یا دادا نے غلط جگہ بچی کا نکاح کر دیا تھا۔ اس صورت میں اسکو اس نکاح کے منسوخ کرانے کی وجوہات بیان کرنا ہونگی اور عدالت مطمئن ہونے کے بعد ہی تنسیخ نکاح کی ڈگری جاری کرے گی۔ البتہ اگر بیوی ایسے نکاح کو ختم کرانا چاہے جو اسکے قانونی ولی (Legal Guardian) مثلاً چچا، ماموں یا ایسے ولی نے منعقد کیا ہو جو عدالت نے مقرر کیا ہو تو تنسیخِ نکاح کیلئے بھی وجہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

۴ **مبارات** قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ "اگر فریقین کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود کو قائم نہیں رکھ سکیں گے تو اگر عورت (شوہر کے ہاتھ سے) رہائی پانے کے بدلے میں کچھ دے ڈالے تو دونوں پر کچھ گناہ نہیں"۔ (سورۃ البقرہ ۲۲۸)۔ اس صورت میں دی گئی طلاق کو مبارات کہتے ہیں۔ یہ طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر اور بیوی بغیر مقدمہ کئے باہمی رضامندی سے اپنا نکاح ختم کر سکتے ہیں۔ البتہ تنسیخ نکاح کیلئے جو شرائط ان کے مابین طے پا جائیں انہیں پورا کرنا فریقین کی قانونی ذمہ داری ہے۔ قرآنِ حکیم نے ان شرائط پر فریقین کو طلاق کی اجازت دی ہے۔

۵ **ایلاء** ایلاء طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر لفظ طلاق نہیں کہتا، بلکہ بیوی سے ازدواجی تعلق ختم کرنے کی قسم کھالیتا ہے، مثلاً وہ قسم کھاتے ہوئے کہہ دے کہ آج سے میرا تمہارا تعلق ختم ہے۔ اگر شوہر چار ماہ تک مقاربت نہ کرنے کی قسم کھائے اور قسم پوری کرلے تو یہ ایلاء ہے۔ چار ماہ سے کم کی قسم کھائے تو شرعاً ایلاء نہیں، البتہ اگر مطلق مقاربت نہ کرنے کی قسم کھالے یا کبھی مقاربت نہ کرنے کی قسم کھالے تو فی الفور طلاقِ بائن واقع ہو جائیگی۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ:۔ "جو لوگ اپنی عورتوں سے تعلق نہ رکھنے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کیلئے چار مہینے کی مہلت ہے۔ اگر انہوں نے رجوع **کر لیا** تو اللہ معاف کرنے والا اور رحیم ہے"۔ (البقرہ ۲۲۵) چار ماہ کے دوران اگر شوہر قسم نہیں توڑتا اور اپنی بیوی سے **رجوع نہیں کرتا تو** پھر چار ماہ گزرنے کے بعد انکا نکاح ختم ہو جائے گا۔

۶ **ظہار** ظہار طلاق کی وہ قسم ہے جس میں شوہر لفظ طلاق ادا کئے بغیر اپنی بیوی کو ماں بہن یا کسی ایسے رشتے سے تشبیہ دیدیتا ہے جو نکاح کیلئے حرام ہوں،۔ قرآنِ حکیم میں ارشاد ہے کہ "تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں وہ ان کی مائیں نہیں بن جاتیں۔ ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے۔ یہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔ جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیں پھر اپنی اس بات سے رجوع کرلیں جو انہوں نے کہی تھی تو قبل اس کے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں ایک غلام آزاد کرنا ہوگا اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے اور جو شخص غلام نہ پائے وہ دو مہینے کے پے در پے روزے رکھے قبل اسکے کہ دونوں ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو وہ ساٹھ مساکین کو (متوسط) کھانا کھلائے"۔ (سورۃ المجادلہ ۲۔۴) اس آیت کی رو سے ظہار کے بعد تین حیض کے دوران رجوع نہ کرنے کی صورت میں بیویاں انکے لئے حرام ہو جائیں گی اور طلاق موثر ہو جائیگی۔

۷ **لعان** لعان کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شوہر اگر اپنی بیوی پر زنا کا الزام عائد کرے مگر اسکے پاس چار عینی گواہ نہ ہوں تو وہ قرآنِ حکیم کی سورۃ النور آیات ۶ تا ۹ کے مطابق عدالت کے سامنے چار دفعہ الزام دہرائے گا کہ میری بیوی زنا کی مرتکب ہوئی ہے اور وہ پانچویں دفعہ یہ کہے گا کہ اگر یہ الزام غلط ہو تو مجھ پر خدا کا عذاب ہو۔ اسکے بعد بیوی کو بلایا جائیگا۔ اگر وہ جرم قبول کر لے تو اسے قانون کے مطابق سزا دی جائیگی لیکن اگر انکار کر دے تو وہ چار دفعہ عدالت کے روبرو کہے گی کہ مجھ پر زنا کا عائد کردہ الزام غلط ہے اور پانچویں دفعہ کہے گی کہ اگر یہ الزام صحیح ہو تو مجھ پر خدا کا عذاب ہو۔ لعان کی کاروائی مکمل ہونے کے بعد عدالت حکمِ قرآنی کے مطابق انکا نکاح ختم کرنے کا فیصلہ کرے گی۔

شوہر کو بغیر گواہوں کے زنا کا الزام لگانے پر حدِ قذف کی سزا نہیں دی جائیگی اور نہ ہی شوہر کے الزام کی بنیاد پر بیوی کو سزا ہوگی لیکن اگر کوئی فریق لعان کی کاروائی میں شریک نہ ہو تو عدالت انہیں تعزیری سزا دے سکتی ہے۔ لعان کی کاروائی کی صورت میں اگر بیوی حاملہ ہو اور شوہر اس بچے کی ولدیت سے انکار کر دے تو اس کی ولدیت شوہر کی جانب منسوب نہیں ہوگی البتہ بچہ ماں کی جائیداد میں وارث ہوگا۔

دعویٰ تنسیخِ نکاح کی وجوہات درج ذیل وجوہات میں سے کوئی بھی وجہ موجود ہو تو قانونِ تنسیخِ نکاح مسلمانان ایکٹ ۱۹۳۹ء کے تحت بیوی تنسیخِ نکاح کا دعویٰ دائر کر سکتی ہے۔

(i) شوہر کی نسبت چار سال تک بیوی کو کوئی علم نہ ہو اور وہ لا پتہ ہو۔

(ii) شوہر نے اپنی بیوی کو دو سال یا اس سے زائد عرصہ تک خرچہ یا نان ونفقہ ادا نہ کیا ہو۔

(iii) شوہر نے بیوی کی رضامندی کے بغیر یا چیئرمین ثالثی کونسل سے دوسری شادی کا اجازت نامہ لئے بغیر دوسری شادی کر لی ہو

(iv) شوہر کو کسی عدالت سے سات سال کی سزا کا حکم ہو چکا ہو۔

(v) شوہر بلا وجہ تین سال سے حقوقِ زوجیت ادا کرنے میں ناکام رہا ہو۔

(vi) بوقتِ شادی شوہر نامرد ہو اور یہ کیفیت جاری ہو۔

(vii) شوہر عرصہ دو سال سے پاگل پن کا شکار ہو یا جذام یا ایسے ہی کسی اور موذی مرض میں مبتلا ہو۔

(viii) شوہر بیوی کو ذہنی اور جسمانی اذیت دیتا ہو۔

(ix) شوہر مجرمانہ یا غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہو یا بیوی کو غیر اخلاقی فعل پر مجبور کرتا ہو۔

(x) شوہر بیوی کی منقولہ، غیر منقولہ جائیداد میں اس کی رضامندی کے بغیر تصرف کرے یا اس پر اس کی خرید و فروخت کے سلسلے میں پابندی عائد کرے۔

عِدت کی صُورت میں مطلقہ یا بیوہ کا حقِ نان ونفقہ عدت کی دو ہی صُورتیں ہیں۔

(i) طلاق یا تنسیخِ نکاح کی کسی صورت میں

(ii) خاوند کی وفات کی صورت میں

دونوں صورتوں میں عدت کی مدت مختلف ہے۔ طلاق یا تنسیخ نکاح کی صورت میں عدت کی مدت تین حیض یا تین ماہ ہے (الطلاق۔۴)۔اس مدت کا شمار طلاق ہونے کے بعد شروع ہوگا۔ شوہر کی وفات کی صورت میں عدت کی میعاد چار ماہ دس دن مقرر ہے (البقرۃ۔۲۳۴)، البتہ طلاق یا تنسیخ نکاح اور شوہر کی وفات کی صورت میں حاملہ عورت کی عدت زچگی تک ہے (الطلاق۔۴)۔ جہاں تک خرچے یا نان ونفقے کا تعلق ہے تو دورانِ عدت مطلقہ عورت اپنے شوہر سے خرچے یا نان ونفقہ کی حقدار ہے جو اس کی طرف سے انکار کی صورت میں بذریعہ عدالت بھی حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ یہ شوہر کی قانونی ذمہ داری ہے کہ دورانِ عدت نفقہ ادا کرے۔ یہ ایک مذہبی فریضہ بھی ہے جسکا حکم قرآن مجید میں بھی ملتا ہے۔ (الطلاق۔۶)۔مزید براں حکمِ قرآنی کی رو سے شوہر کی وفات کی صورت میں بیوہ ایک سال تک رہائش اور نان ونفقہ کی حقدار ہے۔(البقرۃ۔۲۴۰) جو متوفی شوہر کی جائیداد میں سے ادا کیا جائے گا اور یہ حق حقِ وراثت کے علاوہ ہے۔

شوہر کی وراثت میں بیوہ کا حصہ اور قانونی تحفظات حکمِ قرآنی اور ملکی قانون کی رو سے بیوہ اپنے لاولد متوفی شوہر کے ترکے (منقولہ وغیر منقولہ) میں سے ایک چوتھائی (1/4) اور اگر صاحبِ اولاد ہو تو آٹھویں حصے (1/8) کی حقدار ہوتی ہے۔

چونکہ شوہر کی وفات کے فوراً بعد بیوہ دیگر ورثاء کے ہمراہ اس کی جائیداد کی ملکیت میں برابر کی شریک ہوتی ہے اِسلئے کوئی دوسرا حصہ دار زبردستی اس کو اس کی جائے رہائش سے بیدخل نہیں کرسکتا۔ جبراً بیدخل کردیے جانے کی صورت میں وہ زیر دفعہ۹ قانونِ دادرسی مختص مجریہ ۱۸۷۷ء (Specific Relief Act,1877) دوبارہ قبضہ حاصل کرسکتی ہے تاہم ضروری ہے کہ دعویٰ بیدخل ہونے کے ۶ ماہ کے اندراندر دائر کردیا جائے۔

شوہر سے علیحدہ رہنے کی صُورت میں بیوی کا حقِ نان ونفقہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ عورتوں کا حق مردوں پر ویسا ہی ہے جیسے دستور کے مطابق مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ یہ مرد کی نہ صِرف اَخلاقی بلکہ قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق بیوی بچوں کے نان ونفقے کا بندوبست کرے لیکن اگر ان کی آپس کی ناچاقی کی وجہ سے حالات اِس حد تک خراب ہوجائیں کہ شوہر اپنی بیوی کو گھر سے نکال دے یا بیوی کو مجبوراً شوہر سے علیحٰدہ رہنا پڑے تو نان ونفقہ کی ادائیگی سے اس کے انکار پر عدالتِ مجاز یا ثالثی کونسل اِس بات کا تعین کرے گی کہ غلطی کِس کی ہے۔ اَگر

غلطی شوہر کی ہو تو وہ خرچے یا نان و نفقہ کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہو سکے گا۔ اگر وہ اسکی ادائیگی میں ناکام رہے یا جان بوجھ کر ادا نہ کرے تو بیوی زیر دفعہ ۹ مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء چیئرمین ثالثی کونسل کو درخواست دے کر ادائیگی نفقہ کا حکم جاری کروا سکتی ہے یا عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے اسے اس کی ادائیگی پر مجبور کر سکتی ہے۔ لیکن اگر یہ ثابت ہو جائے کہ بیوی بغیر کسی معقول وجہ کے شوہر کا گھر چھوڑ چکی ہے یا شوہر کے ساتھ رہنے سے انکاری ہے تو اس صورت میں وہ نان و نفقہ کی حقدار نہیں ہو گی البتہ بچوں کے اخراجات کی ذمہ داری بہرحال باپ پر ہوتی ہے۔

نابالغ بچوں کی حضانت اور پرورش ملکی قوانین کے مطابق نابالغ بچوں کی حضانت اور پرورش والدین کی ذمہ داری ہے اور وہی ان کے حقیقی ولی ہوتے ہیں لیکن والدین میں علیٰحدگی یا ان میں سے کسی ایک کی وفات کی صورت میں بچے کی حضانت اور پرورش کیلئے ولی کا تعین عدالت کرتی ہے جس میں بچے کے بہترین مفاد کو مدِنظر رکھا جاتا ہے۔

اسلامی قانون (سنی مکتبِ فکر) کے مطابق لڑکے کی صورت میں سات سال تک اور لڑکی کی صورت میں بلوغت تک حضانت کا حق ماں کو حاصل ہے جبکہ فقہ جعفریہ کے مطابق یہ حق لڑکے کی صورت میں دو سال تک اور لڑکی کی صورت میں سات سال تک ماں کو حاصل ہے۔ اِس کے بعد حقِ حضانت باپ کو منتقل ہو جاتا ہے

والدین کی وفات کی صورت میں یا انکی دست برداری یا نا اہل قرار دیئے جانے کی صورت میں نابالغ بچوں کی حضانت کا حق مندرجہ ذیل ترتیب سے منتقل ہوتا ہے۔

(i) نانی، پرنانی اور اُس سے اُوپر کا رشتہ

(ii) دادی، پردادی اور اُس سے اُوپر کا رشتہ

(iii) سگی بہن، پھر ماں شریک سوتیلی بہن (اخیافی)، پھر باپ شریک سوتیلی بہن (علاتی)، اور پھر اسی ترتیب سے انکی بیٹیاں

(iv) خالہ، پھر پھوپھی اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیاں

(v) دادا، پردادا اور اس سے اوپر کا رشتہ

(vi) حقیقی بھائی، پھر ماں شریک سوتیلا بھائی اور پھر باپ شریک سوتیلا بھائی

(vii) چچا، پھر ماموں اور پھر اسی ترتیب سے ان کے بیٹے

زیر دفعہ ۲۵ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰ء بچے کے حق حضانت کا فیصلہ مجاز عدالت ہی کر سکتی ہے۔جس میں بچے کے بہترین مفاد کو مدِ نظر رکھا جاتا ہے۔ اگر بچہ سمجھدار ہو تو عدالت اسکی رائے کا بھی احترام کرتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانون مہر

زرِمہر اور اسکی اقسام نکاح کے وقت یا ازدواجی زندگی کے دوران بیوی کو خود سپردگی کے بدلے میں دیئے گئے حق کا نام زرِمہر ہے۔ زرِمہر نقد رقم، زیورات یا کسی جائیداد کی صورت میں دیا جا سکتا ہے۔ قرآنِ حکیم میں زرِمہر کا تعین نہیں کیا گیا بلکہ یہ شوہر کی مالی حیثیت پر چھوڑ دیا گیا ہے اور حکم ہے کہ شوہر نکاح کے وقت اپنے مال میں سے اپنی بیویوں کو زرِمہر ادا کریں (سورۃ النساء آیت ۲۴)۔ دوسری جگہ حکم ہے کہ شوہر اپنی بیویوں کو انکے مہر خوشدلی سے ادا کریں۔ (سورۃ النساء آیت ۴)

اسلام اور ملکی قوانین میں زرِمہر کو بیوی کا ذاتی مال تسلیم کیا گیا ہے اسلئے اس پر بیوی کے والدین یا رشتے داروں کا کوئی حق نہیں۔ بلوچستان میں نافذ العمل ایک قانون "ولور ایکٹ" کے تحت لڑکی کا والد جو رقم وصول کرتا ہے اگر وہ مہر نہیں ہے تو شرعاً ناپسندیدہ ہے اور اگر وہ مہر ہے تو اس پر عورت کا حق ہے۔ ماں باپ، رشتہ دار یا ولی کو اپنے طور پر زرِمہر کی معافی کا بھی اختیار نہیں ہے البتہ بیوی خود اپنی رضامندی سے شوہر کو زرِمہر کا کچھ حصہ یا پورا زرِمہر معاف کر سکتی ہے (النساء آیت ۴) جو زبانی یا تحریری طور پر دو گواہوں کی موجودگی میں ہونا ضروری ہے۔ زرِمہر کی ادائیگی کے تنازعہ کی صورت میں اگر بیوی زرِمہر کا مطالبہ کرے اور شوہر کہے کہ میں نے ادا کر دیا ہے تو بارِ ثبوت اسکے ذمے ہے۔ زرِمہر کی ادائیگی کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسے گواہوں کی موجودگی میں ہو جو بیوی کی رضامندی سے مقرر ہوں۔

شرعاً عورت اپنے آپ کو بلا مہر بھی ہبہ کر سکتی ہے۔ اسی طرح کسی خدمت یا تعلیم کو مہر قرار دیا جا سکتا ہے البتہ سوا بتیس روپے مہر مقرر کرنے کی قدیم رسم کو شرعی مہر قرار دینا درست نہیں ہے۔

زرِمہر کی اقسام

1۔ مہرِ معجّل (Prompt Dower) مہر معجل ایسا مہر ہے جو نکاح کے بعد ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے یا بیوی کے مطالبہ پر قابلِ ادا ہوتا ہے اور اگر شوہر زرِمہر ادا کرنے سے انکار کر دے تو بیوی اس بنیاد پر شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کر سکتی ہے اور عدالت کے ذریعے شوہر سے زرِمہر وصول کر سکتی ہے۔ زرِمہر کی عدم ادائیگی کی صورت میں بیوی جتنا عرصہ بھی شوہر سے الگ رہے گی نان و نفقہ کی حقدار ہوگی۔ شوہر کی طرف سے زرِمہر کی ادائیگی سے قطعی انکار کی صورت میں بیوی طلاق کا دعویٰ بھی دائر کر سکتی ہے اور ایسی طلاق اسکے زرِمہر کے حق کو ختم نہیں کرتی۔ شوہر کے فوت ہو جانے کی صورت میں اسکے مال سے زرِمہر کی ادائیگی کو دوسرے قرضوں پر فوقیت ہوگی۔ عدالتی فیصلوں کے مطابق اگر نکاح نامہ میں مہر معجل یا مہر مئوجل (مہر غیر معجل) کا تعین نہ کیا گیا ہو تو ایسے زرِمہر کو مہر معجل (Prompt Dower) ہی تصور کیا جائیگا۔

2۔ مہر مئوجل (Deferred Dower) اس سے مراد وہ مہر ہے جو بعد میں قابلِ ادا ہوتا ہے۔ ازدواجی زندگی میں مہر یا اسکے کچھ حصے کی ادائیگی موخر کردی جاتی ہے جو ازدواجی تعلق ختم ہونے یعنی طلاق یا شوہر کی وفات کی صورت میں قابلِ ادا ہوجاتا ہے۔ مہر مئوجل عام طور پر ازدواجی زندگی کے تحفظ کی ضمانت کے طور پر مقرر کیا جاتا ہے تاکہ اگر شوہر بلاوجہ کسی وقت بیوی کو طلاق دیدے تو اسے مقرر کردہ مہر غیر مئوجل کی ادائیگی کا بوجھ بھی اٹھانا پڑے۔ عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۶ کے مطابق اگر شوہر بیوی کی رضامندی کے بغیر دوسری شادی کرلے تو بیوی کا مہر مئوجل فوری طور پر قابلِ ادا ہوجاتا ہے۔

3۔ مہر مثل (Customery Dower) اگر نکاح کے وقت زرمہر کا تعین نہ کیا جائے بلکہ فریقین اس بات پر رضامند ہوں کہ بعد میں مہر کا تعین کرلیا جائیگا تو حنفی مکتبہ فکر کے مطابق یہ نکاح جائز ہوگا اور ازدواجی زندگی میں فریقین خود یا ثالثوں کے ذریعے زرمہر کا تعین کرسکتے ہیں۔ کسی تنازعہ کی صورت میں عدالت سے بھی زرمہر کا تعین کرایا جاسکتا ہے۔ عدالت زرمہر کے تعین کیلئے حسبِ ذیل امور کو مدِنظر رکھے گی۔

1۔ بیوی کے خاندان کی عورتوں مثلاً اسکی بہنوں اور پھوپھیوں وغیرہ کے مقرر کردہ مہر

2۔ شوہر کی مالی حیثیت

ازدواجی تعلق قائم ہونے سے قبل طلاق کی صورت میں بیوی کا حقِ مہر قرآنِ حکیم کے ارشاد کے مطابق اگر شوہر اپنی بیوی کو ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے طلاق دیدے تو بیوی مقرر کردہ زرمہر کے نصف کی حقدار ہوگی اور اگر زرمہر مقرر نہیں تھا تو شوہر اپنی مالی حیثیت کے مطابق مناسب حق مہر کا نصف اور متاع طلاق (متعتہ الطلاق) ادا کرے گا۔ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۹)

مزید معلومات کیلئے حسبِ ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔
ڈپٹی سیکریٹری۔I، قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ وراثت

اِسلامی نظام میں وراثت اور تقسیمِ وراثت کی بڑی اہمیت ہے۔ وراثت کے اصول وضوابط قرآن نے خود بیان فرمادیئے ہیں جنکی تشریح سنت نبویؐ میں کی گئی ہے ضروری ہے۔ کہ قرآنی حکم کے مطابق وراثت صحیح طریقے سے تقسیم کی جائے جس کے تفصیلی احکام ملکی قوانین میں بیان کئے گئے ہیں۔ اس سے روگردانی یا کمی بیشی احکامِ قرآنی سے انکار کے مترادف ہوگی۔ ارشادِ خداوندی ہے کہ اللہ کے حکم کے مطابق وراثت تقسیم کرو اگر تم اللہ اور روزِ قیامت پر یقین رکھتے ہو (النساء آیت 11-12)۔

تقسیمِ وراثت کے بنیادی اصول

۱) ورثاء تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ میں اپنے حق کے مطابق حصہ حاصل کرنے کے حقدار ہونگے نیز ورثاء کا تعین اور انکے حصوں کی تحدید شرعی احکام کے مطابق کی جائے گی۔

۲) ذوی الفروض کے حصے لازمی طور پر پہلے نکالے جائیں گے جن کے حصے شریعت نے مقرر فرمادیے ہیں۔ یہ تیرہ افراد ہیں جن میں چار مرد اور نو عورتیں شامل ہیں، یعنی باپ، دادا، اخیافی بھائی، شوہر، بیوی، والدہ، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن، اخیافی بہن، دادی اور نانی۔

۳) متوفی کے خونی رشتہ داروں میں سے نسل اور نسب میں نزدیک ترین یعنی پہلے درجے کے ورثاء دوسرے اور تیسرے درجے کے ورثاء کو وراثت سے محروم کردیتے ہیں۔ نسل میں نزدیک ترین بیٹا بیٹی ہیں، پھر پوتا پوتی اور پھر انکی اولاد خواہ کتنے نچلے درجے کی ہو۔ اسی طرح نسب میں نزدیک ترین ماں باپ ہیں، پھر دادا دادی خواہ کتنے اوپر درجے کے ہوں۔

۴) متوفی کی وراثت کے حقدار اس کے زندہ ورثاء ہی ہوں گے۔

۵) وراثت کی تقسیم متوفی کے مذہب اور فقہ کے مطابق ہوگی، نہ کہ ورثاء کے مذہب اور فقہ کے مطابق

تفصیلِ اثاثہ جات اور تقسیمِ وراثت کا طریقہ کار متوفی اپنی حیات میں جس منقولہ و غیر منقولہ جائیداد کا بلاشرکت غیرے مالک تھا، چاہے اس نے وہ جائیداد وراثت میں حاصل کی ہو یا اسے ہبہ کی گئی ہو یا اس کے حقوق اس نے خرید لئے ہوں وہ ساری جائیداد متوفی کی جائیداد تصور ہوگی جو لازمی ادائیگیوں کے بعد تقسیم ہوگی۔ تقسیمِ وراثت سے پہلے حسبِ ذیل امور پر عمل کرنا لازمی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے متوفی کی تمام منقولہ وغیر منقولہ جائیداد کی فہرست مرتب کی جائیگی۔

۲۔ اگر متوفی نے اپنی زندگی میں ازدواجی رشتہ ختم کر دیا ہوتو اس صورت میں شوہر یا بیوی ایک دوسرے کی وراثت کے حقدار نہیں ہونگے۔

۳۔ متوفی کے ذمہ واجب الادا قرضوں کی تفصیل، بیماری اور تجہیز و تکفین کے اخراجات، بیوی کا قابل ادائیگی زرمہر وغیرہ کی فہرست مرتب کی جائیگی۔

۴۔ متوفی نے اگر کسی کے حق میں وصیت کی ہوتو اسکی تفصیل مرتب ہوگی۔

طریقہ کار۔ کل اثاثہ جات (منقولہ وغیر منقولہ) میں سے متوفی کے ذمہ واجب الاداء قرضہ جات، اسکی تدفین وغیرہ کے اخراجات، بیوی کا زرمہر اور عدت کی مدت تک کا نان ونفقہ سب منہا کیا جائیگا۔ اگر متوفی نے کوئی وصیت کی ہے تو وہ بھی ایک تہائی تک منہا کی جائے گی اور بقیہ اثاثہ جات مستحق ورثاء میں تقسیم کئے جائیں گے۔

(ا) سنی مکتب فکر کے مطابق ورثاء کی تفصیل سنی مکتبہ فکر کے مطابق ورثاء حسبِ ذیل ہوں گے۔

1۔ ذوی الفروض (Sharers)

2۔ عصبات (Residuaries)

3۔ ذوی الارحام (Uterine Relations)

1 ذوی الفروض اسلامی قانونِ وراثت کے مطابق ذوی الفروض میں وہ ورثاء شامل ہیں جو مخصوص حالات میں مقرر شدہ حصہ وصول کرتے ہیں۔ ذوی الفروض حسبِ ذیل ہیں۔

(i) باپ: اگر متوفی کی اولاد ہوتو باپ کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا، اگر اولاد نہ ہوتو باقی حصہ بھی باپ کو بطور عصبہ ملے گا

(ii) دادا: اگر باپ نہ ہوتو دادا کو 1/6 حصہ ملے گا، تاہم باپ کی موجودگی میں وہ محروم ہو جائیگا

(iii) ماں: اگر متوفی کی اولاد ہوتو ماں کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔ اگر اولاد نہ ہو مگر دو یا دو سے زیادہ بہن بھائی ہوں تو بھی ماں کو جائیداد کا 1/6 حصہ ملے گا۔ اگر اولاد یا بہن بھائی نہ ہوں تو اسے جائیداد کا 1/3 حصہ دیا جائے گا۔

(iii) سگے بھائی بہن ۔ اگر سگا بھائی نہ ہو تو سوتیلا بھائی، سوتیلی بہن ۔ اگر سوتیلا بھائی نہ ہو تو سگا بھتیجا، سگی بھتیجی اور اگر سگا بھتیجا نہ ہو تو سوتیلا بھتیجا، سوتیلی بھتیجی ۔

(iv) چچا، پھوپھی ۔ اگر چچا نہ ہو تو چچازاد بھائی

(v) باپ کا چچا، باپ کی پھوپھی ۔ اگر باپ کا چچا نہ ہو تو باپ کا چچازاد بھائی، باپ کی چچازاد بہن

(3) ذوی الارحام (Uterine Relations)

ذوی الارحام میں وہ ورثاء شامل ہیں جن کا رشتہ متوفی کے ساتھ کسی عورت کے واسطے سے ہو۔ انہیں صرف اس صورت حصہ ملتا ہے جب ذوی الفروض یا عصبات میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو۔ ذوی الارحام میں حسب ذیل ورثاء شامل ہیں۔

(i) بیٹیکی اولاد (نواسے، نواسیاں)۔ اگر نواسہ یا نواسی نہ ہو تو پوتی کی اولاد اور اگر پوتی کی اولاد نہ ہو تو بھتیجی کی اولاد۔ اگر بھتیجی کی اولاد بھی نہ ہو تو بھانجی کی اولاد۔

(ii) نانا اور اگر نانا نہ ہو تو پڑنانا اور اس سے اوپر۔

(iii) اگر نانا یا پڑنانا نہ ہو تو ماموں اور خالہ اور ان کی غیر موجودگی میں ان کی اولاد۔

(ب) فقہ جعفریہ کے مطابق ورثاء کی تفصیل

فقہ جعفریہ میں سارے ورثاء کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) ذوی الفروض جن کے حصے قرآن میں مقرر ہیں اور جن پر سب کا اتفاق ہے۔

(2) عصبات جو باقی ماندہ ترکے کے حقدار ہوتے ہیں۔

فقہ جعفریہ میں خون کے رشتے کے ورثاء کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے درجے کے ورثاء کی موجودگی میں دوسرے اور تیسرے درجے کے ورثاء محروم رہتے ہیں۔ پہلے درجے کے ورثاء کی غیر موجودگی میں دوسرے اور دوسرے درجے کے ورثاء کی غیر موجودگی میں تیسرے درجے کے ورثاء کو وراثت میں حصہ ملتا ہے۔ البتہ میاں بیوی کسی بھی درجے کے ورثاء کے ساتھ ایک دوسرے کے ترکہ میں اپنے مقررہ حصے کے حقدار ہوتے ہیں۔

پہلے درجے کے ورثاء پہلے درجے کے ورثاء میں ماں باپ اور بیٹا بیٹی اور انکی اولاد، خواہ کتنے نیچے درجہ کی ہو، شامل ہیں۔ اولاد کی موجودگی میں متوفی کے ترکے میں ماں باپ کو چھٹا 1/6 حصہ ملتا ہے۔ البتہ اگر اولاد موجود نہ ہو تو ماں کو ترکے کا تیسرا حصہ (1/3) اور باقی سارا باپ کو ملے گا۔

دوسرے درجے کے ورثاء دوسرے درجے کے ورثاء میں دادے دادیاں نانے نانیاں اور بھائی بہن اور انکی اولاد شامل ہے۔ بھائی بہنوں کی غیر موجودگی میں سارا ترکہ دادوں دادیوں کی صورت میں ایک نسبت دو کے تناسب سے اور نانوں نانیوں کی صورت میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ بیک وقت سب کی موجودگی میں دادوں دادیوں کو دو تہائی اور نانوں نانیوں کو ایک تہائی ملے گا، اور اگر متوفی کے بہن بھائی یا انکی اولاد بھی موجود ہوتو دادوں نانوں کو بھائی کا اور دادیوں نانیوں کو بہن کا درجہ دیکر حصہ دیا جائے گا۔

تیسرے درجے کے ورثاء تیسرے درجے کے ورثاء میں چاچے، پھوپھیاں، ماموں، خالائیں اور انکی اولاد شامل ہے۔ چچاؤں اور پھوپھیوں کو ترکے کا دو تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ ایک تہائی ماموں اور خالاؤں کو ملے گا۔ انکی غیر موجودگی میں انکی اولاد کو قائم مقام ہونے کی حیثیت سے حصہ ملے گا۔

یتیم پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کا حقِ وراثت مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۴ کے تحت اگر متوفی کا بیٹا یا بیٹی اسکی زندگی میں وفات پا جائے تو اسکی وفات کے بعد پوتے پوتیاں اور نواسے نواسیاں اپنے ماں باپ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ان کا حصہ وصول کریں گے اور انہیں دادا اور نانا کی وراثت میں وہی حصہ ملے گا جو انکے والدین زندہ ہونے کی صورت میں وصول کرتے۔

مذکورہ دفعہ ۴ میں ترمیم کیلئے اسلامی نظریاتی کونسل نے سفارش کی ہے کہ "اگر مورث کی زندگی میں اس کا کوئی لڑکا یا لڑکی فوت ہو جائے جبکہ مورث کا کوئی اور بیٹا یا بیٹے اس کی وفات کے وقت زندہ ہوں تو اس لڑکے یا لڑکی کی اولاد اپنے دادا یا نانا کے ترکہ میں اتنا حصہ پائے گی جتنے حصے کی وصیت انکے نانا یا دادا نے ان کے حق میں کی ہو بشرطیکہ وہ وصیت مجموعی طور پر میت کے ترکہ سے ابتدائی واجبات ادا کرنے کے بعد کل ترکے کے ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ البتہ اگر دادا یا نانا نے مذکورہ اولاد کے حق میں کوئی وصیت نہ کی ہوتو اس دادا یا نانا کے ورثاء پر لازم ہے کہ وہ مذکورہ اولاد کو اتنا نفقہ ادا کریں جتنا کہ عائلی عدالت متعلقہ امور پر غور کرنے کے بعد اسلامی شریعت کے مطابق ان کیلئے تجویز کرے"۔ (دسویں رپورٹ مسلم عائلی قوانین صفحہ ۳۰) وفاقی شرعی عدالت نے مقدمہ اللہ رکھا بنام فیڈریشن آف پاکستان (پی ایل جے ۲۰۰۰ ۔ ۳۶) میں دادا یا نانا کیلئے ایسی وصیت لازمی قرار دی ہے تاہم یہ فیصلہ سپریم کورٹ میں زیر اپیل ہے۔

عاق کا اسلامی تصور قرآن وسنت میں اولاد کو عاق کرنے کے مروجہ طریقہ کار کا کوئی تصور نہیں ہے اور نہ ہی ملکی قانون اسکو تسلیم کرتا ہے اسلئے ایسے عاق نامہ کی کوئی وقعت نہیں اور باوجود عاق نامہ کے اعلان کے وہ شخص وراثت میں اپنے حصے کا حقدار ہوگا۔

وصیت (Bequest) قرآن مجید وراثت کا قانون مقرر کرنے کے ساتھ آدمی کو مرنے سے پہلے اپنے ترکے کے بارے میں وصیت کرنے کی بھی ہدایت دیتا ہے۔ کوئی بھی عاقل بالغ شخص اپنی جائیداد منقولہ وغیر منقولہ کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے جو زبانی اور تحریری دونوں طرح ہو سکتی ہے۔ وصیت کرتے وقت دو مسلمان عاقل و بالغ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی بطور گواہ موجودگی ضروری ہے البتہ موت کے وقت اگر مسلمان گواہ موجود نہ ہوں تو اہلِ کتاب میں سے عادل اور عاقل و بالغ دو مردوں کی گواہی بھی کافی ہے۔

فرمان نبویؐ کے مطابق وصیت کی اجازت صرف ایک تہائی تک ہے اور صرف ان لوگوں کے حق میں جائز ہے جو ورثاء کی فہرست میں شامل نہ ہوں۔ اس اصول کے تحت والدین کی موجودگی میں بہن بھائی اور دادا دادی کے حق میں وصیت ہو سکتی ہے کیونکہ والدین کی موجودگی میں یہ وراثت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں وارث کے حق میں یا کسی غیر وارث کے حق میں ایک تہائی سے زیادہ جائیداد کی وصیت کر دے تو ورثاء اس وصیت کو عدالت میں چیلنج کر سکتے ہیں اور ایک تہائی سے زائد وصیت کو منسوخ کرا سکتے ہیں۔

وراثت سے محرومی کی وجوہات حسب ذیل وجوہات کی بناء پر کسی وارث کو وراثت کے حق سے محروم کیا جا سکتا ہے:۔

1۔ غیر مسلم شخص کسی مسلم کا وارث نہیں ہو سکتا۔

2۔ قاتل کو مقتول کی وراثت میں حصہ نہیں ملتا۔ مثلاً باپ اگر بیٹے کو یا بیٹا باپ کو قتل کر دے تو ایسا قاتل باپ یا بیٹا وراثت کا حقدار نہیں ہوگا۔

3۔ حرام النسب شخص اپنے والدین کی جائیداد کا وارث نہیں ہو سکتا۔ (بغیر نکاح کے پیدا ہونے والی اولاد حرام النسب کہلاتی ہے)۔

عورت کے حقِ وراثت کیلئے قانونی تحفظات کسی بھی شخص کی وفات کے فوراً بعد تمام ورثاء اسکے ترکے میں اپنے حصے کے حقدار ہو جاتے ہیں جنہیں کسی بھی صورت اپنے حصے سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ ان مستحق ورثاء میں عورتیں بھی شامل ہیں لیکن انہیں عموماً مختلف حیلوں بہانوں سے انکے حقوق وراثت سے محروم کیا جاتا ہے۔ سپریم کورٹ کے فیصلے (پی۔ایل۔ڈی ۱۹۹۰ صفحہ ۱) کے مطابق ماں، بہن، بیوی یا بیٹی کو زندگی میں دیئے گئے تحائف یا دیگر اخراجات کی وجہ سے ان کے حقِ وراثت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح بیٹی کی شادی پر اُٹھنے والے اخراجات، جہیز اور دیگر تحائف

حق وراثت کانعم البدل نہیں ہیں نہ بیوی کومہر کی ادائیگی اسکے حق وراثت کومتاثر کرتی ہے۔ ملکی قوانین کے مطابق یہ متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متوفی کی جائیداد اسکے تمام ورثاء خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں (ماں، بہن، بیوی یا بیٹی) کے نام منتقل کرے۔ جائیداد کے انتقال کے بعد کوئی وارث اپنا حصہ کسی کو فروخت یا ھبہ کرنا چاہے تو اسے اسکا اختیار ہے لیکن کسی وارث کے نام جائیداد منتقل کئے بغیر اس کا ہبہ کرنا مشکوک سمجھا جائے گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے تجویز کیا ہے کہ نمبردار، چیئرمین یونین کونسل یا کونسلر علاقہ کی ذمہ داری ہوگی کہ تمیں دن کے اندر متوفی کی جائیداد اور ترکہ کی فہرست کا تعین کر کے اس کے ورثاء کے حصوں کو واضح کرے۔

بنک اکاونٹ کی صورت میں فیصلہ ہونے سے قبل تجہیز وتکفین کی غرض سے کسی ایک وارث کو کم از کم دس ہزار روپے عدالت کے فیصلے کے بغیر بنک منیجر گواہوں کی تصدیق کے ساتھ دیدے تا کہ ورثاء کی مشکلات میں آسانی ہو۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I، قانون وانصاف کمیشن

فون نمبر 051-9214797

فیکس نمبر 051-9214416

ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ ہبہ

ہبہ ایک شخص کا کسی دوسرے شخص کو اپنی جائیداد فوراً اور بلا کسی معاوضہ کے منتقل کر دینا اور اسکا یا اس کے کسی نامزد کردہ شخص کا قبضہ کر لینا ہبہ ہے۔ ہبہ ایجاب وہ قبول سے منعقد ہو جاتا ہے اور قبضہ سے اس کی تکمیل ہوتی ہے۔

تحریر لازمی نہیں ہے ہبہ زبانی یا تحریری دونوں صورتوں میں ہوسکتا ہے مگر قانونی مشکلات اور پیچیدگیوں سے بچنے کیلئے اسے تحریر میں لانا اور رجسٹر ڈ کرانا بہتر ہے۔

ہبہ کرنے کے اہل اشخاص ہر وہ شخص جو عاقل، بالغ اور جائیداد کا قانونی مالک ہو، اپنی جائیداد بذریعہ ہبہ منتقل کرنے کا مجاز ہے۔

ہبہ کی شرائط ہبہ کے جواز کیلئے حسب ذیل شرائط لازمی ہیں۔

(1) ہبہ کرنے والے کا ایجاب

(2) جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اسکا قبول کرنا

(3) جائیداد کی ملکیت اور قبضہ منتقل کرنا

منتقلی قبضہ کی مختلف صورتیں

منتقلی قبضہ کی حسب ذیل تین صورتیں ہیں:۔

(1) اگر غیر منقولہ جائیداد ہبہ کرنے والے کے اپنے قبضہ میں ہو تو اس کیلئے لازم ہے کہ ہبہ کے بعد جائیداد کا قبضہ اس شخص کو منتقل کر دے۔

(2) اگر ایسی جائیداد کرایہ داروں کے تصرف میں ہو تو کرایہ داروں کو ہبہ کی اطلاع دیدینا اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اسکو کرایہ ادا کرنے کی ہدایت کر دینا کافی ہے۔

(3) اگر ہبہ کرنے والا اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو، دونوں ایسی جائیداد میں رہائش پذیر ہوں تو ایسی جائیداد غیر منقولہ کے ہبہ کی تکمیل کیلئے ہبہ کرنے والے کا اعلان ہی کافی ہے جس سے انتقال قبضہ اور جائیداد پر تصرف سے دستبرداری کی واضح نیت ظاہر ہوتی ہو۔

باپ یا دوسرے ولی کی طرف سے نابالغ کے نام ہبہ باپ کی طرف سے اپنی نابالغ اولاد یا کسی ولی کی طرف سے اپنے زیر تحویل نابالغ فرد (ward) کے حق میں ہبہ کی صورت میں تبدیلی قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ صرف نیک نیتی سے ہبہ کا ارادہ اور اسکا اظہار کافی ہے۔

باپ یا ولی کے علاوہ کسی دیگر شخص کی طرف سے نابالغ کے نام ہبہ جو ہبہ نابالغ یا ناقص العقل کے حق میں باپ یا ولی کے سوا کسی اور شخص نے کیا ہو تو وہ اسکے باپ یا ولی کو جائیداد کا قبضہ دے کر کامل کیا جاسکتا ہے۔ اسکے علاوہ ہبہ اس وقت بھی کامل سمجھا جائے گا جب کوئی نابالغ بلوغت کو پہنچنے کے بعد خود قبضہ حاصل کر لے۔

مشاع جائیداد منقولہ یا غیر منقولہ میں غیر تقسیم شدہ حصے کو "مشاع" کہتے ہیں جو قابل تقسیم بھی ہوسکتا ہے اور ناقابل تقسیم بھی۔

مشاع کا ہبہ جب جائیداد ناقابلِ تقسیم ہو ایسی غیر تقسیم شدہ جائیداد (مشاع) کا ہبہ نا جائز ہے جو ناقابلِ تقسیم ہو۔ البتہ اگر جائیداد آسانی سے تقسیم ہو سکے تو ایسا ہبہ جائز ہوگا بشرطیکہ جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اس کو اس کا حصہ علیحدہ کر کے دے دیا جائے۔

مشاع کا ہبہ جب جائیداد قابلِ تقسیم ہو ایسی غیر تقسیم شدہ جائیداد کا ہبہ، جو قابلِ تقسیم ہو لیکن تقسیم نہ کی گئی ہو، فاسد ہے باطل نہیں، لہٰذا اس کی تکمیل و اصلاح بعد میں جائیداد تقسیم کرنے اور جسکے حق میں ہبہ کیا گیا ہو اس کا حصہ اسکے حوالے کر دینے سے ہوسکتی ہے۔ اگر ایک بار قبضہ حاصل کر لیا جائے تو ہبہ جائز قرار پائے گا۔

ہبہ جس کا نفاذ مستقبل میں ہو کسی ایسی شے کا ہبہ نہیں ہوسکتا جس کا وجود نہ ہو یا اس کا نفاذ کسی آئندہ وقت پر اٹھا رکھا گیا ہو خواہ وہ وقت معین ہو یا غیر معین۔ مثلاً ایک شخص "الف" دوسرے شخص "ب" کے نام ان الفاظ میں ہبہ لکھے کہ "میری موت کے بعد تم میری جائیداد کے بذریعہ ہبہ مالک ہو نگے" تو یہ ہبہ قانونی طور پر قابل نفاذ نہ ہے کیونکہ اسکے ساتھ قبضہ نہیں دیا گیا اور اسکا نفاذ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک "الف" فوت نہ ہو جائے۔

قرض خواہوں کوفریب دینے کیلئے ہبہ ہر انتقال جائیداد میں ، جو بذریعہ ہبہ کی گئی ہو، ہبہ کرنے والے کی نیک نیتی کا ہونا ضروری ہے۔کوئی بھی ایسا ہبہ جو ہبہ کرنے والے نے قرض خواہ کوفریب دینے کیلئے کیا ہو،قرض خواہ کی خواہش پر قابلِ تنسیخ ہوگا۔

تنسیخ ہبہ ہبہ کرنیوالا مجاز ہے کہ جائیداد کا قبضہ سپرد کرنے سے پہلے جس وقت چاہے ہبہ کومنسوخ کردے کیونکہ سپردگی سے قبل ہبہ مکمل نہیں ہوتا۔ قبضہ کی منتقلی کے بعد ہبہ کرنیوالا ہبہ کومنسوخ نہیں کرسکتا۔

مشروط ہبہ جب ہبہ کسی ایسی شرط کے ساتھ مشروط کی جائے جو اسکی تکمیل میں مانع ہوتو ایسی شرط کالعدم ہوگی اور ہبہ کا نفاذ اسطرح ہوگا گویا اسکے ساتھ کوئی شرط لگائی ہی نہیں گئی تھی۔تمام علماء اس امر پر متفق ہیں کہ جب کوئی شخص ہبہ کرے اوراس کے ساتھ کوئی فاسد شرط لگادے تو ہبہ جائز اور شرط کالعدم ہوتی ہے۔مثلاً اس شرط کے ساتھ ہبہ کرنا کہ "یہ عمر بھر کیلئے تجھے ہبہ ہے اور جب تو مرجائے گا تو یہ میری طرف واپس لوٹ آئے گی" جائز اور شرط کالعدم ہے۔

ہبہ بالعوض ہبہ بالعوض ایسا ہبہ ہے جو بدل کے معاوضہ میں کیا جائے ۔ یہ درحقیقت ایک بیع ہے اور اسمیں معاہدہ بیع کی تمام خصوصیات پائی جاتی ہیں لہذا اس میں انتقال ملکیت کی تکمیل کیلئے سپردگی قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ ہبہ میں لازمی ہے۔اسکے ذریعہ جائیداد قابل تقسیم کا غیر تقسیم شدہ حصہ بھی منتقل ہوسکتا ہے، گرچہ ہبہ کی صورت میں ایسانہیں کیا جاسکتا۔ایسے معائدہ کے جواز کیلئے دوشرطوں کا موجود ہونا ضروری ہے۔

(1) ہبہ کرنیوالے کی طرف سے حقیقی طور پر عوض کی ادائیگی اور

(2) ہبہ کرنیوالے کی نیک نیتی کے ساتھ فی الفور جائیداد سے دستبرداری اور قبضہ کی سپردگی کا ارادہ۔

عوض فریقین کی باہمی رضامندی سے مقرر کیا جاسکتا ہے مگر اسکا حقیقی طور پر اور نیک نیتی سے ادا کیا جانا ضروری ہے۔

ہبہ بشرط العوض جب کوئی ہبہ معاوضے کی شرط کیساتھ کیا جائے تو وہ ہبہ بشرط العوض کہلائے گا۔ ایسے ہبہ میں بھی سادہ ہبہ کی طرح قبضہ کی سپردگی لازمی ہے اور یہ ہبہ قابلِ منسوخی بھی ہے،لیکن جب ہبہ قبول کرنے والا عوض ادا کردے تو وہ ناقابلِ تنسیخ ہوجاتا ہے۔

وارثوں اور غیر وارثوں کے حق میں ہبہ بالوصیت جب ایک ہی وصیت نامہ کے ذریعہ جائیداد وارث اور غیر وارث کے حق میں ہبہ کی جائے تو یہ وصیت دیگر ورثاء کی عدم رضامندی کی صورت میں وارث کے حق میں عمل پذیر نہ ہوگی البتہ غیر وارث کے حق میں جائیداد کی ایک تہائی حصے تک جائز ہوگی، مثلاً ایک شخص اپنی جائیداد اپنی بیوی اور ایک غیر وارث کو ہبہ کرنے کی وصیت کر دے اور اس کے دیگر ورثاء بیوی کے حق میں وصیت پر رضامند نہ ہوں تو حسبِ وصیت غیر وارث کو جائیداد کا ایک تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو تہائی شرعی ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

خیراتی کاموں کے لئے وصیت خیراتی کاموں کیلئے بھی ہبہ بالوصیت جائیداد کے ایک تہائی حصے کی حد تک کیا جاسکتا ہے۔

ہبہ بالوصیت کی گئی چیز کا موجود نہ ہونا ہبہ بالوصیت کے جواز کیلئے یہ لازمی نہیں ہے کہ جس شے کو ہبہ کیا گیا ہے وہ وصیت کرتے وقت موجود ہو۔ اتنا کافی ہے کہ ایسی شے ہبہ کرنیوالے کی موت کے وقت موجود ہو۔

ہبہ بحالتِ مرض الموت جو ہبہ ایک مسلمان مرض الموت میں کر دے، وہ مصارف تجہیز و تکفین اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد اسکی جائیداد کے ایک تہائی حصے سے زیادہ پر مئوثر نہیں ہوگا جب تک کہ اسکے ورثاء زیادہ دینے پر رضامند نہ ہوں اور نہ ہی اس قسم کا ہبہ کسی وارث کے حق میں موثر ہوسکتا ہے جب تک کہ دوسرے ورثاء اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کر دیں۔

مرض الموت سے مراد وہ کیفیت ہے جس میں مبتلا شخص کا کسی وقت بھی مر جانے کا اندیشہ ہو یا ایسی بیماری میں مبتلا ہونا جس کا نتیجہ موت ہو لیکن ایسے معمر شخص کا یہ اندیشہ کہ چونکہ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اسلئے وہ اچانک مر سکتا ہے، مرض الموت نہیں ہے۔ یہ سوال کہ آیا کوئی مرض اس نوعیت یا قسم کا تھا کہ اس نے ایسے شخص میں، جو موت واقع ہونے کا یقین کر چکا ہو، یہ تاثر پیدا کر دیا ہو کہ اس مرض سے اسکی موت واقع ہو جائے گی، یا اس مرض سے اس میں موت کی تشویش پیدا ہوگئی ہو، اس کا دارومدار دستاویز ہبہ کی تحریر کے وقت ہبہ کرنے والے کی ذہنی کیفیت پر موقوف ہے۔ اس امر کا کسی خارجی معیار کے مطابق براہِ راست کوئی ثبوت نہیں دیا جاسکتا لیکن بعض تسلیم شدہ اور توثیق شدہ حقائق سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے

کہ جو ہبہ متوقع موت کے خیال کے زیرِ اثر کیا گیا ہو، مرض الموت کے اصول کی زد میں آتا ہے یا نہیں۔ مرض الموت کے وجود کا بارِ ثبوت مدعی پر ہوتا ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ وقف

وقف کسی چیز کے منافع اور فوائد کو خیر کے مقاصد کیلئے صدقہ کرنا، کہ ملکیت واقف (وقف کرنے والے) کے پاس رہے اور فوائد شرائط کے مطابق صرف ہوں، وقف کہلاتا ہے۔ واقف اپنی موقوفہ جائیداد کو واپس بھی لے سکتا ہے یا اسے بیچ بھی سکتا ہے تاوقتیکہ واقف اس کا ولی مقرر کر کے اس کو مستقل طور پر قبضہ نہ دیدے یا حاکم عدالتی فیصلہ کے ذریعے اس وقف سے واقف کو لاتعلق نہ قرار دیدے یا اس کی موت نہ واقع ہو جائے۔ وقف مندرجہ ذیل تین صورتوں میں لازم ہوگا:۔

۱۔ حکمِ حاکم

۲۔ موت کے بعد وقف کرنا۔ یہ وصیت کی صورت ہوگی اور ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوگی۔

۳۔ مسجد کیلئے وقف کرنا۔ جب ایک شخص نے نماز ادا کی تو یہ فی الفور نافذ ہو جائے گی۔

وقف کی تعریف کے بارے میں آئمہ کرام میں کافی اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہؒ وقف کا واقف کی ملکیت سے نکلنے کے قائل نہیں ہیں ان کے نزدیک وقف کے منافع عامۃ الناس کی بھلائی کیلئے خرچ ہوں گے جبکہ وقف کی ملکیت واقف کے پاس رہے گی۔ تقریباً یہی مسلک امام مالکؒ کا ہے۔ موجودہ قانون کی تشریح میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے وہ دیگر آئمہ کا ہے اور انکے ساتھ صاحبین بھی شامل ہیں۔

وقف کرنے کے اہل اشخاص ہر مسلمان جو عاقل، بالغ اور جائیداد کا قانونی مالک ہو اپنی جائیداد وقف کر سکتا ہے۔

وقف کرنے کا طریقہ کار وقف زبانی یا تحریری دونوں طرح ہو سکتا ہے۔ اعلانِ وقف کے بعد منقولہ جائیداد کا متولی کے سپرد کر دینا ہی کافی ہے لیکن غیر منقولہ جائیداد کی صورت میں اگر اس کی قیمت ایک سو یا ایک سو روپے سے زیادہ ہو، تو اسکی رجسٹری پاکستان کے قانون رجسٹری مجریہ ۱۹۰۸ء کے تحت لازمی ہوگی۔ اگر واقف نے خود اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے جائیداد کا واحد متولی قرار دیا ہو تو ایسا وقف صرف اعلانِ وقف سے کامل ہو جاتا ہے۔ وقف کا بانی خود کو پہلا متولی قرار دے سکتا ہے۔ چونکہ اس صورت میں واقف اور متولی ایک ہی شخص ہے، اسلئے حقیقی قبضہ کی منتقلی ضروری نہیں ہے لیکن دوسری صورت میں وقف اسوقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک کہ واقف اعلانِ وقف کے علاوہ کسی شخص کو متولی

مقرر کر کے جائیداد موقوفہ اس کے حوالہ نہ کردے۔ کسی دوسرے متولی کو سپردگی قبضہ کے بعد واقف کو متولی کی برطرفی کا اختیار نہیں رہتا، سوائے اسکے کہ اس نے وقف نامہ میں واضح طور پر ایسا اختیار اپنے لئے محفوظ کرلیا ہو۔

وقف کی شرائط وقف کی شرائط نص کی طرح ہیں اور ان پر عمل واجب ہے۔ چونکہ وقف مستقل ہوگا، اس لئے کسی معین مدت مثلاً ایک سال یا دس سال کیلئے وقف نہیں کیا جاسکتا۔ مزید برآں وقف کے مقاصد بھی مستقل نوعیت کے ہونے چاہئیں۔ کوئی شخص اپنی زندگی میں (مرض الموت سے قبل) اپنی تمام جائیداد وقف کرسکتا ہے تاہم مرض الموت یا وصیت کی صورت میں صرف ایک تہائی جائیداد بذریعہ وقف منتقل کی جاسکتی ہے۔

وقف کے مقاصد اسلامی شریعت کے مطابق وقف کے مقاصد مذہبی، رفاعی یا خیراتی ہوسکتے ہیں۔ مزید برآں کوئی بھی شخص اپنے خاندان اور بچوں کے حق میں بھی وقف کرسکتا ہے، جسے وقف علی الاولاد کہا جاتا ہے۔ وقف کے مقاصد درج ذیل ہیں۔

(1) مساجد کی تعمیر، دیکھ بھال کے اخراجات اور امام کی تنخواہ وغیرہ کیلئے۔

(2) تعلیمی ادارے کھولنے اور انکے انتظامی اخراجات کیلئے۔

(3) پلوں، سڑکوں اور سراؤں کی تعمیر اور انتظامات کے اخراجات کیلئے۔

(4) غریبوں اور محتاجوں کی مالی امداد کیلئے تاکہ وہ فریضہ حج ادا کرسکیں۔

(5) محتاج رشتہ داروں اور دست نگر اشخاص کی نگہداشت کیلئے۔

اصولِ سائپرس (Cypres) یا اصولِ تقریبی اگر کسی وقف کے مقاصد پورے ہوگئے ہوں یا اس مقصد کی ضرورت باقی نہ رہے تو اس صورت میں وقف کی آمدنی وقف سے ملتے جلتے دوسرے مقاصد کیلئے استعمال ہوسکتی ہے، مثلاً اگر کسی پل کی تعمیر کیلئے جائیداد وقف کی گئی ہے تو اس پل کی تعمیر کے بعد وقف کی جو رقم باقی بچے گی وہ کسی سڑک یا پل بنانے کیلئے استعمال ہوسکتی ہے۔

قرض خواہوں کو فریب دینے کی غرض سے وقف جو وقف قرض خواہوں کو محروم رکھنے یا انہیں فریب دینے کی غرض سے کیا جائے وہ ناجائز ہے اور اسے قرض خواہ بذریعہ عدالت منسوخ کراسکتے ہیں۔

متولی وقف قائم ہوتے ہی جائیداد کا قبضہ متولی کو منتقل ہو جاتا ہے جو صرف جائیداد کا منتظم ہوتا ہے۔ واقف کسی بھی شخص کو چاہے وہ مرد ہو یا عورت یا غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو، متولی نامزد کر سکتا ہے۔ تاہم ایسے امور یا فرائض، جو صرف مرد سرانجام دے سکتے ہیں، ان میں عورت متولی نہیں بن سکتی۔ اسی طرح ایسے معاملات جو صرف مسلمان سرانجام دے سکتے ہیں، مثلاً مساجد یا مذہبی اداروں کے انتظامات وغیرہ، ان میں غیر مسلم کا متولی مقرر کیا جانا جائز نہیں۔ کسی نابالغ یا ذہنی طور پر معذور شخص کو متولی نامزد نہیں کیا جا سکتا تاہم اگر واقف کی وصیت کے مطابق کوئی نابالغ یا ذہنی طور پر معذور شخص متولی نامزد ہو جائے تو عدالت عبوری مدت کے دوران کسی دوسرے شخص کو متولی مقرر کر سکتی ہے۔

متولی کا تقرر متولی کا تقرر حسب ذیل طریقوں سے ہو سکتا ہے:۔

(1) واقف کو اختیار ہے کہ پہلا متولی خود مقرر کرے اور وقف کے انتظام اور متولیوں کے یکے بعد دیگرے مقرر کیے جانے کا منصوبہ بنائے۔ وہ متولیوں کو نام بنام بھی مقرر کر سکتا ہے یا ان لوگوں کی اہلیت کا تعین کر سکتا ہے جن سے آئندہ متولی منتخب ہوں۔ اس طرح وہ متولی کو یہ اختیار بھی دے سکتا ہے کہ وہ اپنے مرنے یا وقف سے علیحدگی کی صورت میں کسی دوسرے شخص کو اپنا جانشین نامزد کرے۔

(2) جب مقرر کردہ متولی مر جائے، یا بطور متولی کام کرنے سے انکار کر دے یا عدالت اسے علیحدہ کر دے اور اسکی جگہ کوئی نئی نامزدگی نہ ہو تو عدالت متولی مقرر کرنے کی مجاز ہے۔ عدالت متولی کا تقرر کرتے وقت عمومی طور پر واقف کی ہدایات کو مدِنظر رکھے گی۔

متولی کا معاوضہ خدمت متولی کا معاوضہ خدمت خود واقف مقرر کر سکتا ہے۔ یہ معاوضہ ایک مقررہ رقم یا جائیداد وقف کی وہ آمدنی ہو سکتی ہے جو وقف کی نگہداشت کے ضروری مصارف کے بعد بچ رہے۔ اگر واقف نے متولی کی خدمت کا کوئی معاوضہ مقرر نہیں کیا ہے تو عدالت اس کیلئے معقول رقم مقرر کر سکتی ہے تاہم یہ رقم جائیدادِ وقف کی آمدنی کے دسویں حصہ سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ اگر واقف کی مقرر کردہ رقم نہایت قلیل ہو تو عدالت الاؤنس میں اضافہ کر سکتی ہے۔

متولی کی برطرفی عدالت متولی کو وقف کے مقاصد کے خلاف کام کرنے کی صورت میں اسکے عہدے سے برطرف کر سکتی ہے۔ متولی کا منصب قابلِ انتقال نہیں ہے اس لئے اس کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنا منصب کسی دوسرے شخص کو منتقل کر دے جب تک کہ ایسا اختیار واقف نے اسے بصراحت نہ دیا ہو، تاہم وہ جائیدادِ موقوفہ کے انتظام میں مدد دینے کیلئے کسی شخص کو اپنا نائب مقرر کر سکتا ہے۔

وقف اور ٹرسٹ میں فرق وقف کی صورت میں شے موقوفہ کی ملکیت اللہ تعالیٰ کو منتقل ہو جاتی ہے اور متولی صرف منتظم ہوتا ہے جبکہ ٹرسٹ کی شکل میں ملکیت ٹرسٹیز (Trustees) کے پاس ہوتی ہے اور وہی منتظم بھی ہوتے ہیں۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ شفع

شفع شفع ایسا حق خریداری ہے جو ایک شخص کو دوسرے شخص کی خرید کردہ غیر منقولہ جائیداد پر بوجہ شریک، خلیط یا پڑوسی ہونے کے حاصل ہو۔

شفع کا دعویٰ کون کرسکتا ہے مندرجہ ذیل تین اشخاص کے سوا کسی اور کو شفع کے دعویٰ کا حق حاصل نہیں۔

(1) شفیع شریک جو جائیداد میں شریک یا حصہ دار ہو۔

(2) شفیع خلیط جو فروخت شدہ جائیداد کے کسی حق آسائش میں بھی حصہ دار ہو جیسے راستہ کا حق یا حق نکاسِ آب وغیرہ۔

(3) شفیع جار غیر منقولہ جائیداد سے ملحقہ پڑوسی شفیع جار کہلاتے ہیں مگر ان میں ملحقہ جائیداد کے کرائے دار اور ایسے اشخاص، جو جائیداد پر غیر قانونی طور پر قابض ہوں، شامل نہیں ہیں۔ کوئی واقف یا متولی بھی شفع کا دعویٰ کرنے کا حقدار نہ ہوگا کیونکہ جائیداد موقوفہ پر اسے کامل اختیارات حاصل نہیں۔

شفیع شریک، شفیع خلیط کو اور شفیع خلیط شفیع جار کو حقِ شفع سے محروم کر دیتا ہے البتہ ایک ہی قسم کے لوگ ایک سے زیادہ ہونے کی صورت میں اس جائیداد کی حصہ داری میں برابر کے حقدار ہوتے ہیں۔

حق کب پیدا ہوتا ہے شفع کا حق صرف غیر منقولہ جائیداد کی بیع یا ہبہ بالعوض سے پیدا ہوتا ہے۔ انتقالِ جائیداد کی دیگر صورتوں جیسے ہبہ سادہ، صدقہ، وقف، وراثت، ہبہ بالوصیت یا پٹے (مستقل کرایہ داری) میں یہ حق پیدا نہیں ہوتا، نہ ہی یہ رہن سے پیدا ہوتا ہے۔ دو اشخاص کے مابین جائیدادوں کا تبادلہ، اس اختیار کے ساتھ کہ ان میں سے کوئی اپنی زندگی میں جب چاہے تبادلہ منسوخ کر کے اپنی جائیداد واپس لے لے، مشروط بیع کی طرح ہے جس سے جائیداد میں اس کی ملکیت زائل نہیں ہوتی اور شفع کا حق پیدا نہیں ہوتا لیکن اگر فریقین میں سے کوئی ایک اس تبادلہ کے بعد فوت ہو

جائے تو یہ معاملہ بیع کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور شفعہ کا حق پیدا ہو جاتا ہے۔

وفاقی یا صوبائی حکومت یا کسی بلدیاتی ادارے کی طرف سے مذہبی یا خیراتی مقاصد کیلئے یا مفادِ عامہ کے تحت کسی جائیداد کی خرید وفروخت پر حقِ شفع ثابت نہیں ہوتا۔

شفع کرنے کا طریقہ کار کوئی شخص شفع کا دعویٰ کرنے کا مستحق نہیں ہوگا جب تک کہ وہ حسب ذیل شرائط پوری نہ کرے:۔

1۔ **طلبِ مواثبت** بیع کی خبر سنتے ہی فوری طور پر شفع کا دعویٰ کرنے کے ارادہ کا اظہار نہ کر دے، جسے طلبِ مواثبت کہتے ہیں۔

2۔ **طلبِ اشہاد** اپنے اس حقِ شفع کو کم از کم دو گواہوں کے روبرو طلب نہ کرے جسے طلبِ اشہاد کہتے ہیں۔ شفع کا دعویٰ کرنے والے کو چاہیے کہ وہ طلبِ مواثبت کے بعد طلبِ اشہاد کا تحریری نوٹس مصدقہ دو گواہاں دو ہفتے کے اندر بذریعہ رجسٹری ڈاک ارسال کر دے یا ڈاک کی سہولت نہ ہونے کی صورت میں دو گواہوں کی موجودگی میں خریدار سے جائیداد طلب کرے۔ یہ ضروری نہیں کہ طلبِ مواثبت اور طلبِ اشہاد شفیع بذاتِ خود کرے۔ شفیع کے منتظم یا کسی ایسے شخص کی طرف سے، جسے طلب کے بارے میں اختیار دیا گیا ہو، یہ عمل کافی تصور ہوگا۔ اگر کوئی شفیع نابالغ ہو تو اس کا حقیقی ولی اسکی طرف سے طلب کر سکتا ہے۔

3 ۔ **طلبِ خصومت** طلب اشہاد کے بعد خریدار کی طرف سے جائیداد دینے سے انکار کی صورت میں شفیع اگر مطمئن ہو کہ اس نے قانون کے مطابق حقِ شفع کے تمام لوازمات پورے کر دیئے ہیں تو عدالتِ مجاز میں شفع کا دعویٰ دائر کرے۔ قانونِ شفع پنجاب مجریہ ۱۹۹۱ء کے تحت طلبِ شفع کی تمام کاروائی کی میعادِ سماعت چار ماہ ہے، مقررہ مدت گزرنے کے بعد شفع کا دعویٰ دائر نہیں کیا جا سکتا۔ طلبِ مواثبت بیع کی تکمیل کے بعد ہونی چاہیئے۔ اگر یہ بیع کی تکمیل سے قبل کی جائیگی تو بے اثر ہوگی۔

قانونِ شفع صوبہ سرحد مجریہ 1987ء کے تحت دعویٰ دائر کرنے کی مدت ایک سال ہے۔

شفع کے دعویٰ کی صورت میں زرِ خرید مدعی کیلئے ضروری ہے کہ دعویٰ دائر کرنے کے تیس دن کے

اندر ایک تہائی زرخرید عدالت میں جمع کرائے۔ دعویٰ ڈگری ہونے کی صورت میں بقیہ دو تہائی زرخرید بھی تیس دن کے اندر عدالت میں جمع کرائی جائے گی۔

بیع کو تسلیم کرنے سے شفع کا حق زائل ہو جانا اگر شفیع خریدار سے سمجھوتہ کر لے یا کسی دوسرے طریقے سے بیع کو تسلیم کر لے تو اس کا حق شفع زائل ہو جائیگا۔

فروخت سے قبل خریدنے سے انکار پر حق زائل نہیں ہوتا چونکہ حق شفع فروخت کی تکمیل کے بعد پیدا ہوتا ہے لہٰذا یہ حق اس بناء پر زائل نہ ہو گا کہ فروخت کی تکمیل سے قبل جائیداد شفیع کو پیش کی گئی اور اس نے خریدنے سے انکار کر دیا۔ یہ حق اس بناء پر بھی زائل نہیں ہوتا کہ اسکو بیع کا پہلے سے علم تھا اور اس نے بائع کو جائیداد خریدنے کی کوئی پیشکش نہیں کی۔

مدعی کی موت کی صورت میں ورثاء کا حقِ شفع عام حالات میں شفع کا حق ناقابلِ انتقال اور ناقابلِ تقسیم ہے لیکن شفع کرنے والے کی موت کی صورت میں یہ حق اسکے ورثاء کو منتقل ہو جاتا ہے۔

جائیداد کی قدر و قیمت میں اضافہ شفع کا دعویٰ دائر ہونے سے قبل اگر خریدار نے جائیداد میں کوئی تعمیر یا کوئی اضافہ کیا ہو تو وہ مقدمہ شفع کرنے والے کے حق میں ڈگری ہونے کی صورت میں اس سے زرخرید کے ساتھ جائیداد پر اٹھنے والے اخراجات حاصل کرنے کا بھی حقدار ہوگا، البتہ دعویٰ دائر ہونے کے بعد کسی قسم کا اضافہ کرنے کی صورت میں وہ معاوضہ پانے کا حقدار نہیں ہوگا۔

زرِخرید کا تعین فریقین کے درمیان زرخرید کے تنازعہ کی صورت میں عدالتِ مجاز زرخرید کا تعین خود کر سکتی ہے جس کیلئے حسبِ ذیل امور کو مدنظر رکھا جائیگا۔

I۔ قیمتِ خرید جو فروخت کنندہ نے وصول کی ہو۔

II۔ جائیداد کے اوسط سالانہ منافع کی تخمینہ شدہ رقم۔

III۔ گردونواح میں ایسی کسی دوسری جائیداد کی مالیت۔

IV۔ ماضی قریب میں اس علاقے کی دوسری جائیداد کی قیمتِ فروخت۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قانونِ کرایہ داری

قانونِ کرایہ داری کا مقصد و اطلاق

یہ قانون مُلک میں کرایوں کے بڑھتے ہوئے رجحانات کو روکنے اور مالک و کرایہ دار کے درمیان بہتر تعلقات قائم کرنے کیلئے نافذ کیا گیا ہے۔ اس کا اطلاق سوائے اِسلام آباد اور وفاق کے زیرِ انتظام قبائلی علاقوں کے تمام شہری جائیداد پر ہوتا ہے۔

وجوہاتِ بیدخلی

صوبہ پنجاب، سرحد اور بلوچستان کے قانون کرایہ داری مجریہ ۱۹۵۹ء کی دفعہ ۱۳، سندھ کے قانون کرایہ داری مجریہ ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۱۵ اور کنٹونمنٹ کے قانون مجریہ ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۱۷ کے تحت مالک اپنا مکان یا دکان درج ذیل وجوہات کی بناء پر عدالت رینٹ کنٹرولر کے ذریعے سے خالی کرواسکتا ہے:۔

(۱) کرایہ دار نے کی مقررہ تاریخ کے ۱۵ دن تک کرایہ ادا نہ کیا ہو یا تاریخ کے عدم تعین کی صورت میں ساٹھ دن تک کرایہ ادا نہ کیا ہو۔ یا

(۲) کرایہ دار نے مالک کی تحریری رضامندی کے بغیر اپنے زیرِ استعمال جائیداد کو مکمل طور پر یا اُس کے کسی حصہ کو کسی دیگر شخص کو کرایہ پر دے دیا ہو۔ یا

(۳) جس مقصد کیلئے جائیداد کرایہ پر لی ہو اُس کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے اسے استعمال کر رہا ہو۔ یا

(۴) زیرِ کرایہ جائیداد کو اسطرح استعمال کر رہا ہو جس سے جائیداد کی قدر و قیمت یا افادیت میں کمی ہو رہی ہو۔ یا

(۵) کرایہ دار کا عمل اس علاقہ میں رہائش پذیر دیگر افراد کیلئے پریشانی یا تکلیف کا باعث ہو۔ یا

(۶) پہاڑی علاقوں کے علاوہ، جہاں موسم کے مطابق رہائش رکھی جاتی ہے کرایہ دار نے اپنے زیرِ کرایہ جائیداد کو مسلسل چار مہینے بغیر کسی معقول وجہ کے زیرِ استعمال نہ رکھا ہو۔ یا

(۷) مالک کو زیرِ کرایہ جائیداد اپنی یا اپنے بچوں کی ذاتی رہائش یا کاروبار کیلئے نیک نیتی کیساتھ درکار ہو بشرطیکہ اس علاقے میں اُس کے پاس رہائشی یا کاروباری مقصد کیلئے کوئی اور مناسب جائیداد نہ ہو جو اسکی یا اسکے بچوں کی ضرورت پوری کرسکتی ہو۔ یا

(۸) مالک کو زیرِ کرایہ جائیداد دوبارہ تعمیر کیلئے درکار ہو اور اس مقصد کیلئے اُس نے متعلقہ محکمہ سے نقشہ منظور کروالیا ہو۔

مالک کی وفات اور سرکاری ملازم کی ریٹائرمنٹ کی صورت میں کرایہ دار کی بیدخلی

مالکِ جائیداد کی وفات کی صورت میں اور سرکاری ملازم کی ریٹائرمنٹ پر یا اس سے چھ ماہ قبل مالک جائیداد خود، اسکی بیوہ یا نابالغ بچے جائیداد خالی کرانے کیلئے درخواست دائر کر سکتے ہیں جس کیلئے کرایے دار کو دو ماہ کا نوٹس دینا لازمی ہے۔ البتہ جائیداد خالی کرانے کا نوٹس مالک جائیداد کی وفات یا ریٹائرمنٹ کے چھ ماہ بعد موثر نہیں ہوگا۔

اگر نوٹس میں درج شدہ میعاد کے بعد بھی کرایہ دار جائیداد خالی نہیں کرتا تو ایسی صورت میں رینٹ کنٹرولر سرسری سماعت کے بعد حکمِ بیدخلی صادر کر سکتا ہے۔

اگر بیوہ نے شوہر کی وفات کے بعد یا کسی ریٹائرڈ ملازم نے ریٹائرمنٹ کے بعد مکان کرائے پر دیا ہو تو ایسی صورت میں کرایہ دار کو مذکورہ وجوہات کی بناء پر جائیداد سے بیدخل نہیں کیا جاسکتا۔

جائیداد کی تبدیلی کی صورت میں کرایہ دار کو نوٹس

اگر جائیداد زیرِ قبضہ کرایہ دار کسی دوسرے شخص کو منتقل ہو جائے تو نئے مالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ منتقلی جائیداد کی بابت اطلاع بذریعہ رجسٹری ڈاک کرایہ دار کو دے تاکہ کرایہ دار وقت پر کرایہ کی ادائیگی نئے مالک کو کر سکے۔

کرایہ میں اضافہ

قانونِ کرایہ داری کا مقصد تیزی سے بڑھتے ہوئے کرایوں کے رجحان کو روکنا ہے، تاہم مالک و کرایہ دار باہمی رضامندی سے کرایہ بڑھا سکتے ہیں۔ کرایہ بڑھانے کیلئے قانونی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جس کیلئے ان باتوں کو مدِنظر رکھا جائے گا۔

(I) اگر جائیداد سے متعلق ٹیکس مثلاً پراپرٹی ٹیکس میں اضافہ ہو جائے

(II) اگر مالک نے کرایہ دار کے زیرِ قبضہ جائیداد میں مزید تعمیر کر کے اس میں اضافہ کر دیا ہو اور دیگر سہولیات بہم پہنچا دی ہوں تو ایسی صورت میں یا تو باہمی رضامندی سے یا بذریعہ عدالتی چارہ جوئی کرایہ میں اضافہ ممکن ہے۔

البتہ صوبہ پنجاب میں کاروباری نوعیت کی جائیداد کا کرایہ ہر تین سال بعد ۲۵ فیصد کے حساب سے از خود بڑھایا جاسکتا ہے۔

ضروری مرمت

کرایہ پر دی ہوئی جائیداد کی ضروری مرمت مالکِ جائیداد کی قانونی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنے اس قانونی فرض کی ادائیگی میں ناکام رہے تو کرایہ دار رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں اس مقصد کیلئے خود درخواست دے کر اسکے خلاف حکم جاری کروا سکتا ہے۔ ایسی صورت میں اگر حکمِ عدالت کے بعد بھی مالک ضروری مرمت کروانے میں ناکام رہے تو پھر کرایہ دار عدالت کی اجازت سے خود مرمت کروا کر خرچ شدہ رقم ماہانہ کرایہ میں سے کاٹ سکتا ہے۔

ضروری آسائشوں سے محرومی

قانون کے تحت مالکِ جائیداد کو ایسا کوئی حق حاصل نہ ہے کہ وہ اپنے کرایہ دار کے زیرِ استعمال لازمی سہولیات مثلاً بجلی، پانی یا سوئی گیس وغیرہ کے استعمال میں رکاوٹ پیدا کر سکے۔ اگر کوئی مالک اپنے کرایہ دار کو ناجائز تنگ کرنے کیلئے ایسا کوئی حربہ استعمال کرتا ہے تو کرایہ دار قانون کے تحت ان منقطع شدہ آسائشوں کی بحالی کیلئے رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں درخواست دے کر انکی بحالی کا حکم صادر کروا سکتا ہے۔

کرایہ رسید کی اہمیت وضرورت

اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ زبانی کرایہ داری اور بغیر رسید لئے کرایہ ادا کرنے سے کرایہ دار بے شمار مشکلات میں مبتلا ہو جاتا ہے چونکہ اسکے پاس رسید نہیں ہوتی اس لئے اکثر کرایہ نہ دینے کی وجہ سے بیدخلی کی کاروائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ایسی صورتِ حال سے بچنے کیلئے کرایہ دار کیلئے ضروری ہے کہ وہ رسید کا مطالبہ کرے۔ اگر مالک رسید دینے سے انکار کردے تو کرایہ دار کو چاہیئے کہ وہ یا تو کرایہ منی آرڈر کردے یا رینٹ کنٹرولر کی عدالت میں جمع کروادے۔

تحریری کرایہ داری کی اہمیت

یہ بات مالکِ جائیداد اور کرایہ دار دونوں کے مفاد میں ہے کہ وہ کرایہ داری کا تحریری معاہدہ کریں تاکہ کسی بھی تنازعہ کی صورت میں معاہدہ کی شرائط پر بذریعہ رینٹ کنٹرولر عمل کروایا جا سکے۔

عدالت میں کرایہ جمع کروانے اور نکلوانے کا طریق کار

عدالتِ رینٹ کنٹرولر میں کرایہ دوصُورتوں میں جمع ہوتا ہے، اول یہ کہ مالک جائیداد کرایہ لینے سے انکار کردے اور دوسرا یہ کہ عدالت دورانِ کارروائی سابقہ وآئندہ کرایہ عدالت میں جمع کروانے کا حکم صادر کرے۔ ہر دوصُورتوں میں کرایہ دار کو چاہئے کہ وہ وقتِ مقررہ پر کرایہ عدالت میں جمع کروادے بصورتِ دیگر کرایہ دار کے خلاف حکمِ بیدخلی صادر ہوسکتا ہے۔ اسی طرح کرایہ نکلوانے کیلئے بھی درخواست عدالتِ مجاز کو دینی پڑتی ہے جس پر کارروائی کرتے ہوئے عدالت کرائے کی وصولی کا حکم دے سکتی ہے۔ اگر مالکِ جائیداد راضی ہوتو کرایہ مالک کے بنک اکاونٹ میں بھی جمع کروایا جاسکتا ہے۔

زبردستی بیدخلی غیر قانونی ہے

اگر مالکِ جائیداد نے ذاتی یا بچوں کی ضرورت کیلئے یا دوبارہ تعمیر کیلئے جائیداد کا قبضہ حاصل کیا ہو اور قبضہ حاصل کرنے کے بعد اسے ذاتی استعمال میں نہ لایا ہو یا جائیداد کی دوبارہ تعمیر نہ کی ہو یا دو ماہ کے اندر کسی دیگر شخص کو کرایہ پر دے دیا ہو تو سابقہ کرایہ دار عدالت رینٹ کنٹرولر کو درخواست دے کر دوبارہ قبضہ حاصل کرسکتا ہے، لیکن اگر مالکِ جائیداد نے قانونی کارروائی کے بغیر کرایہ دار کو جبراً بیدخل کر دیا ہو تو وہ زیرِ دفعہ ۹ قانونِ دادرسی مختص مجریہ ۱۸۷۷ء قبضہ دوبارہ حاصل کرسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ بیدخل ہونے کے چھ ماہ کے اندر درخواست دی جائے۔

سرکاری واجبات کی وصولی اور کرایہ دار کی ذمہ داری

سرکاری واجبات و بقایا جات مثلاً پراپرٹی ٹیکس کی ادائیگی مالکِ جائیداد ہی کی ذمہ داری ہے۔ البتہ کنٹونمنٹ ایکٹ کے تحت یہ واجبات کرایہ دار سے وصول کئے جاسکتے ہیں۔

جائیداد کی حیثیت تبدیل کرنا

کوئی شخص رینٹ کنٹرولر کی تحریری اجازت کے بغیر رہائشی جائیداد کو تجارتی جائیداد میں تبدیل نہیں کرسکتا۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I، قانون وانصاف کمیشن، فون نمبر 051-9214797

فیکس نمبر 051-9214416، ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

قومی شناختی کارڈ کی اہمیت اور اس کے حصول کا طریقہ کار

قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء کی دفعہ ۴ کے تحت اٹھارہ سال سے زائد عمر کے ہر شہری کیلئے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، اندرونِ ملک ہو یا بیرونِ ملک، لازمی ہے کہ وہ اس قانون کے تحت اپنے آپ کو قومی شناختی کارڈ کے دفتر میں رجسٹرڈ کروائے اور قومی شناختی کارڈ حاصل کرے۔ اگر کوئی شہری اٹھارہ سال سے کم عمر کا ہو تو اسکی رجسٹریشن کروانا اس کے والد یا سرپرست کی ذمہ داری ہے۔

اس قانون کی دفعہ ۵ کے تحت ڈائریکٹر جنرل اٹھارہ سال سے زائد عمر کے شہریوں کو شناختی کارڈ جاری کریگا۔ ایسے شہری کی ذمہ داری ہے کہ وہ شناختی کارڈ کی حفاظت کرے اور اسکو درست حالت میں محفوظ رکھے۔ اس وقت شناختی کارڈ کے اجراء کی ذمہ داری نیشنل ڈیٹابیس اینڈ رجسٹریشن اتھارٹی (نادرا) کے سپرد ہے۔

قومی شناختی کارڈ کے حصول کے طریقہ کار میں نادرا کے قیام کے بعد بہت سی مثبت تبدیلیاں لائی گئی ہیں۔ پہلے فارم الف کے ساتھ ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں کی رجسٹریشن کیلئے مخصوص فارم (فارم ب) الگ سے جمع کرنا پڑتا تھا۔ اسی طرح شناختی کارڈ میں تبدیلی اور گمشدہ شناختی کارڈ کے متبادل کیلئے الگ فارم پُر کئے جاتے تھے جبکہ آجکل ان تمام مقاصد کیلئے نادرا کا دو صفحے کا ایک سادہ فارم ہر جگہ آسانی کے ساتھ دستیاب ہے۔

شناختی کارڈ کے فارم کے ساتھ نیلے پس منظر کی دو عدد تصویریں فراہم کرنا اور جمع کرنے سے پہلے اسے کسی ذمہ دار افسر سے تصدیق کرانا ضروری ہے۔ شناختی کارڈ فارم کے مندرجات کی تصدیق ممبرانِ قومی وصوبائی اسمبلی، زکوٰۃ کمیٹی کے ممبران، مرکزی اور صوبائی حکومت کے گریڈ 16 سے اوپر کے افسران اور افواج کے کمیشنڈ افسران کرسکتے ہیں۔ دیہات کے نمبردار اور دیگر ایسے افراد جن کو حکومت نے ایسے اختیارات دیئے ہوں، بھی اس فارم کی تصدیق کرسکتے ہیں۔

مذکورہ قانون کی دفعہ ۷ (۱) کے تحت اگر کوئی شخص، جسے شناختی کارڈ جاری کیا گیا ہو، وفات پا جائے تو ایسی صورت میں اسکے ورثاء یا قریبی رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ وفات کے دو ماہ کے اندر اندر اسکی اطلاع متعلقہ رجسٹریشن آفس کو دیں اور متوفی کا شناختی کارڈ جمع کرائیں تاکہ اسے منسوخ کیا جاسکے۔

دفعہ ۷ (۲) کے تحت اگر کوئی پاکستانی شہری اپنی شہریت منسوخ کر کے کسی دوسرے ملک کی شہریت حاصل کرلیتا ہے یا کسی وجہ سے اسکی شہریت منسوخ ہو جاتی ہے تو اسکی قانونی ذمہ داری ہے کہ وہ ساٹھ دن کے اندا اپنا شناختی کارڈ متعلقہ رجسٹریشن آفس میں جمع کرائے۔

جاری شدہ شناختی کارڈ حکومتِ پاکستان کی ملکیت ہے جسے ڈائریکٹر جنرل یا مجاز افسر کے حکم سے واپس لیا جاسکتا ہے یا اسے منسوخ کیا جاسکتا ہے، تاہم منسوخی کے حکم پر اس وقت تک عملدرآمد نہیں کیا جاسکتا، جب تک کہ متعلقہ شخص کو جواب طلبی کا نوٹس نہ دیا جائے۔

شناختی کارڈ کی منسوخی

جن وجوہات کی بناء پر شناختی کارڈ کی منسوخی یا قبضہ میں لیے جانیکا حکم صادر کیا جاسکتا ہے وہ حسب ذیل ہیں۔

۱۔ کسی شخص نے، جو پاکستان کا شہری نہ ہو، اپنے آپ کو پاکستان کا شہری ظاہر کر کے شناختی کارڈ حاصل کرلیا ہو یا کوئی شہری ایک سے زیادہ شناختی کارڈ بنوالے۔

۲۔ شناختی کارڈ میں درج کوائف درست نہ ہوں یا ان میں جعل سازی کا ارتکاب کیا گیا ہو۔

۳۔ شناختی کارڈ جعلی ہو۔

کوئی ایسا شخص، جسکے خلاف منسوخی یا ضبطی کی کاروائی عمل میں آ چکی ہو، تیس دن کے اندر اس حکم کے خلاف وفاقی حکومت (وزارتِ داخلہ) کے پاس اپیل دائر کرسکتا ہے۔ وفاقی حکومت کا حکم قطعی ہوگا۔

قومی شناختی کارڈ کی اہمیت: مذکورہ قانون کی دفعہ 8 کے تحت ہر بالغ شہری کیلئے شناختی کارڈ حاصل کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنا شناختی کارڈ نہیں بنوائے گا تو نہ اس کو پاسپورٹ جاری ہو سکے گا اور نہ ہی بیرون ملک جانے کیلئے دیگر سفری دستاویزات کا اجراء ممکن ہوگا۔ اسکے علاوہ قومی یا صوبائی اسمبلی یا بلدیاتی اداروں کے انتخابات میں ووٹ ڈالنے کیلئے بھی اس کا حصول لازمی ہے، جس کے بغیر وہ شخص حق رائے دہی سے محروم ہوسکتا ہے۔

تادیبی کاروائی: مذکورہ قانون کی دفعہ ۱۱(۱) کے تحت ہر ایسے شخص کو تین ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں جو:

(۱) بغیر کسی معقول وجہ کے اپنا شناختی کارڈ حاصل نہیں کرتا یا شناختی کارڈ کے حصول کے سلسلہ میں غلط اطلاع بہم پہنچاتا ہے۔

(۲) کوئی ضروری اطلاع جان بوجھ کر چھپاتا ہے یا ظاہر کرنے سے انکار کرتا ہے یا شناختی کارڈ میں مندرج کسی اندراج کو مٹاتا ہے یا تبدیل کرتا ہے یا اس کی نقل اس طور سے تیار کرتا ہے، جس کی مشابہت سے انسان دھوکہ کھا سکتا ہو۔

(۳) گم ہو جانے کی صورت میں تیس دن کے اندر اندر متعلقہ افسر کو مطلع نہیں کرتا۔

(۴) کسی دوسرے شخص کو اپنا شناختی کارڈ دے دیتا ہے۔

(۵) ایک سے زیادہ کارڈ اپنے قبضے میں رکھتا ہے۔

(۶) کسی معقول وجہ کے بغیر بالغ ہو جانے کے نوے دن کے اندر شناختی کارڈ کے حصول کیلئے درخواست نہیں دیتا۔

(۷) جان بوجھ کر مذکورہ قانون کی کسی بھی شق کی خلاف ورزی کرتا ہے

(۸) جس کے پاس جعلی شناختی کارڈ موجود ہو یا وہ شناختی کارڈ کی جعل سازی کا مرتکب ہوا ہو۔

دفعہ ۱۱(۲) کے تحت جو شخص شناختی کارڈ کے مندرج کوائف کی، یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ درست نہ ہیں درستگی کی تصدیق کرتا ہے وہ بھی جرم کا مرتکب ہوتا ہے جسے ایک ہزار روپیہ تک جرمانہ یا تین ماہ تک قید محض یا دونوں سزائیں اکٹھی دی جاسکتی ہیں۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ڈپٹی سیکرٹری۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9214797
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔ آئی۔ آر) کا اندراج

معاشرے میں امن وامان کا قیام اور جرائم کی روک تھام ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے جس کیلئے منصفانہ قوانین کا وجود اور انکے موثر نفاذ کیلئے بعض اداروں کا قیام ازبس ضروری ہے۔ پولیس کے ادارے کے قیام کا بنیادی مقصد بھی جرائم کا سدباب کرنا اور جرم سرزد ہونے کی صورت میں متعلقہ قوانین کے تابع تفتیش کر کے مجرموں کا سراغ لگانا اور انہیں گرفتار کر کے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کرنا ہے۔

کسی بھی جرم کے خلاف قانون کو حرکت میں لانے کیلئے پولیس کو زبانی یا تحریری طور پر دی جانے والی اطلاع کو ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔ آئی۔ آر) کہتے ہیں۔ فوجداری مقدمات میں ایف۔ آئی۔ آر ایک اہم دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جو ملزم کے خلاف لگائے گئے الزامات کی صداقت معلوم کرنے کیلئے نشان راہ کا کام دیتی ہے۔ اس کا درج کرانا ہر شہری کا آئینی اور قانونی حق اور درج کرنا پولیس کی ذمہ داری ہے کیونکہ یہی رپورٹ کسی جرم کے ارتکاب کی تفتیش کیلئے بنیاد فراہم کرتی ہے جس کی بنیاد پر عدالتیں فیصلے صادر کرتی ہیں۔ پولیس کی طرف سے رپورٹ درج کرنے سے انکار کی صورت میں پولیس کے متعلقہ بالا افسران کو شکایت کی جاسکتی ہے۔ اگر پھر بھی ناکامی ہو تو ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر کے مناسب حکم صادر کروایا جاسکتا ہے۔ مزید برآں ضابطہ فوجداری کی دفعہ 200 کے تحت مجاز مجسٹریٹ کی عدالت میں استغاثہ دائر کر کے بھی ملزم کے خلاف عدالتی کارروائی شروع کی جاسکتی ہے۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔ آئی۔ آر) کے اندراج میں انتہائی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت ہے اور قانون کے اندر اسکے صحیح اندراج کو یقینی بنانے کا پورا پورا طریقہ کار موجود ہے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 اور 155 کے تحت ہر شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ کسی بھی قابل دست اندازی پولیس یا ناقابل دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں متعلقہ پولیس تھانے کو اطلاع دے کر قانون کو حرکت میں لائے اور تھانے کا انچارج پابند ہے کہ وہ ایسی کوئی بھی اطلاع ملنے پر رپورٹ درج کرے، بصورت دیگر اسکے خلاف پولیس ایکٹ 1861ء کے تحت محکمانہ کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ اسی طرح تھانے کا انچارج ازروئے قانون اس بات کا بھی پابند ہے کہ وہ درست رپورٹ درج کرے۔ غلط رپورٹ درج کرنے کی صورت میں اسے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 167 کے تحت قید اور جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔ اسی طرح اطلاع دینے والا بھی ازروئے قانون پابند ہے کہ وہ صحیح اطلاع دے۔ اگر وہ کسی بے گناہ شخص کو نقصان پہنچانے کی غرض سے اطلاع دینے میں دیدہ دانستہ غلط بیانی سے کام لے گا تو اس کے خلاف تعزیزات پاکستان کی دفعہ 182 کے تحت کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے اور اسے قید اور جرمانے کی سزا دی جاسکتی ہے۔

واضح رہے کہ قابل دست اندازی پولیس اور نا قابل دست اندازی پولیس ہر دو جرائم سے متعلق ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) مختلف دفعات کے تحت درج کی جاتی ہے۔ جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں کوئی بھی اطلاع ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کا درجہ حاصل کر لیتی ہے۔ ایسی کسی بھی اطلاع پر پولیس رپورٹ درج کرنے کی پابند اور از خود تفتیش شروع کرنے کی مجاز ہے، جبکہ جرم نا قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں موصولہ اطلاع پر پولیس رپورٹ درج کرتی ہے، اطلاع دہندہ کو متعلقہ مجسٹریٹ کے سامنے پیش ہونے کی ہدایت کرتی ہے اور خود مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر تفتیش شروع نہیں کر سکتی نہ ہی بغیر وارنٹ کسی کو گرفتار کر سکتی ہے۔

جرم قابل دست اندازی پولیس

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 4 (ایف) کی رو سے جرم قابل دست اندازی پولیس سے وہ جرم مراد ہے جس میں پولیس افسر ملزم کو بغیر وارنٹ کے گرفتار کر سکتا ہے۔ تعزیرات پاکستان میں اس قسم کے جرائم کی تعداد دو سو چالیس (240) کے لگ بھگ ہے۔ علاوہ ازیں بعض دیگر قوانین میں بھی بعض جرائم قابل دست اندازی پولیس ہیں۔ ان جرائم کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ کسی جرم کے قابل دست اندازی پولیس ہونے کیلئے حسب ذیل صورتیں موجود ہونا ضروری ہیں۔

(1)۔ جرم کی سزا سخت ہو۔

(2)۔ جرم کی نوعیت ایسی ہو کہ اس سے نقض امن کا مسئلہ پیدا ہوتا ہو۔

(3)۔ جرم کا تعلق ریاست کی ان ذمہ داریوں سے ہو جو معاشرے میں امن کے قیام کیلئے حکومت پر عائد ہوتی ہوں۔

ابتدائی اطلاعی رپورٹ کا اندراج

جرم قابل دست اندازی پولیس اور جرم نا قابل دست اندازی پولیس ہر دو جرائم سے متعلق رپورٹ درج کرنے کا طریقہ اور ان سے متعلق بعض دیگر تفصیلات ضابطہ فوجداری اور پولیس رولز میں موجود ہیں، تاہم اس ضمن میں چند ابتدائی باتوں کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے مثلاً:۔

۱۔ رپورٹ بغیر کسی تاخیر کے درج کرائی جائیے کیونکہ کسی معقول وجہ کے بغیر غیر ضروری تاخیر اس رپورٹ کو مشکوک بنا دیتی ہے الا یہ کہ عدالت تاخیر کی وجوہات کو معتبر قرار دیدے۔

۲۔ رپورٹ ان حقائق پر مشتمل ہونی چاہئے جو اطلاع کنندہ ذاتی طور پر جانتا ہو یا باوثوق ذرائع سے اس کے علم میں آئے ہوں۔

۳۔ وقوعہ کی تاریخ اور وقت بھی وضاحت سے درج ہونا چاہیے اور اسی طرح جرم کی نوعیت بھی وضاحت سے درج ہونی چاہیے۔

۴۔ رپورٹ میں وقوعہ سے متعلق ساری تفصیلات کا ذکر کرنا ضروری نہیں ہے نہ تفتیش کیلئے متعلقہ ایجنسی کو حرکت میں لانے کیلئے یہ ضروری ہے کہ رپورٹ میں سارے یا بعض ملزموں کے نام شامل ہوں۔

۵۔ رپورٹ کی ایک کاپی اطلاع دینے والے کو بھی دی جائے گی۔

۶۔ رپورٹ کے مندرجات سے آگاہ ہونا ملزم کا حق ہے، اس مقصد کیلئے وہ ایف۔ آئی۔ آر کی نقل حاصل کرسکتا ہے تاکہ وہ اس پر قانونی مشورہ لے سکے۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ کا اندراج

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 جرم قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ درج کرنے سے متعلق ہے اس دفعہ کی رو سے کوئی بھی شخص پولیس کو جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں زبانی یا تحریری اطلاع دے سکتا ہے۔ اگر اطلاع پولیس تھانے کے انچارج کو زبانی طور پر دی گئی ہو تو وہ اسے ضبط تحریر میں لانے کے بعد اطلاع دینے والے کے سامنے پڑھ کر سنائے گا، ہر ایسی تحریری یا بعد میں تحریر میں لائی گئی اطلاع پر اطلاع دینے والے کے دستخط لے گا اور اس کے مندرجات کو رجسٹر میں درج کرے گا جو اس مقصد کیلئے ہر تھانے میں موجود ہوتا ہے اور جس میں اس نوعیت کے تمام واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

ہر ابتدائی اطلاعی رپورٹ (ایف۔آئی۔آر) کے اندراج کیلئے رجسٹر کے چار صفحے مختص ہوتے ہیں۔ اصل رپورٹ تھانے میں محفوظ کی جاتی ہے اور اس کی تین عدد کاربن کاپیوں میں سے ایک سپرینٹینڈینٹ پولیس یا اس کے نامزد کردہ گزیٹڈ آفیسر کو، دوسری کاپی مجاز مجسٹریٹ کو بھیجی جاتی ہے اور تیسری کاپی اطلاع دہندہ کو دی جاتی ہے۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں کسی بھی ذریعے سے اطلاع موصول ہونے پر پولیس اس بات کی پابند ہے کہ وہ رپورٹ درج کر کے تفتیش شروع کرے۔ یہ اطلاع بذریعہ ٹیلیفون بھی دی جاسکتی ہے، جسے پولیس تھانے کا محرر ریکارڈ کریگا اور اس پر اطلاع کنندہ کی حیثیت سے اپنے دستخط ثبت کریگا یا پولیس موقع واردات پر جاکر اطلاع کنندہ یا شکایت کنندہ کے بیان کو تحریری شکل دے کر اس پر اس کے دستخط لے گی۔

جرم قابل دست اندازی پولیس کے بارے میں معقول شبہ کی حامل اطلاع موصول ہونے پر ہی پولیس تھانے کا انچارج ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کے تحت کاروائی شروع کرتا ہے جس کی رو سے دفعہ 156 کے تحت تفتیش کا مجاز ہونے کی صورت میں وہ فوری طور پر اس جرم کی رپورٹ اختیار سماعت رکھنے والے مجسٹریٹ کو کر کے خود یا اپنے ماتحت افسر کو موقعہ

واردات پر بھیج کر کیس کی تفتیش کریگااور اگر ضروری ہوتو ملزم کی برآمدگی اور گرفتاری کیلئے مناسب کاروائی عمل میں لائے گا۔ تاہم اگر اطلاع کسی ایسے قابل دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں ہو جو زیادہ شدید نہ ہو اور جس میں کسی کو نامزد بھی کیا گیا ہو یا پولیس انچارج کے نزدیک اسکی وجوہات ناکافی ہوں تو موقعہ واردات پر خود جا کر یا کسی ماتحت کو بھیج کر تفتیش کرنا ضروری نہیں لیکن ہر دو صورتوں میں پولیس انچارج اپنی رپورٹ میں تفتیش نہ کرنے کی وجوہات کا ذکر کریگا۔

جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ کا اندراج

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 155 جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی رپورٹ درج کرنے سے متعلق ہے۔ اس دفعہ کی رو سے اگر پولیس تھانے کے انچارج کو اس تھانے کے حدود اختیار میں کسی نا قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب کی اطلاع دی جائے تو وہ اسکے مندرجات کو تھانے میں موجود رجسٹر میں درج کریگا اور اطلاع دینے والے کو مجسٹریٹ کے پاس بھیج دے گا۔ یہ اطلاع تھانے کے انچارج کو تحریری یا زبانی طور پر دی جاسکتی ہے جسے اطلاع دہندہ کے سامنے پڑھ کر سنایا جائیگا اور اس پر اسکے دستخط لئے جائیں گے۔ اس دفعہ کی رو سے کوئی پولیس آفسر مجسٹریٹ کے حکم کے بغیر جرم نا قابل دست اندازی پولیس کی تفتیش نہیں کرسکتا تاہم حکم موصول ہونے کے بعد وہ تفتیش سے متعلق وہی اختیارات استعمال کرسکتا ہے جو جرم قابل دست اندازی پولیس کی تفتیش سے متعلق اسے حاصل ہیں مگر بغیر وارنٹ گرفتاری کے ملزم کو گرفتار نہیں کریگا۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفسر-I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

جانشینی سرٹیفکیٹ اوراس کے حصول کا طریقہ کار

قانون ہماری معاشرتی ضرورتوں اور تقاضوں کو پورا کرنے کیلئے نہ صرف رہنمائی کرتی ہے بلکہ حل بھی تجویز کرتا ہے۔ موت انسانی زندگی کا اتنا ہی اہم جزو ہے جتنا کہ پیدائش۔ ایک صاحب جائیداد فرد کی موت کی صورت میں قانون اسکے ورثاء کو اسکی وراثت کے حصول کیلئے مختلف ذرائع فراہم کرتا ہے۔ مثلاً منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد یعنی زمین، مکان، دوکان اور نقدی وغیرہ کے حصول اور تقسیم کیلئے ضابطہ دیوانی، قانون مال اور قانون جانشینی میں واضح طریق کار دیا گیا ہے۔ جانشینی سرٹیفکیٹ اس سلسلہ میں ایک اہم دستاویز ہے۔

کسی متوفی کو نا قابل اداء رقم، قرض یا تمسک کے حصول کیلئے قانون جانشینی مجریہ 1925ء کے تحت سرٹیفکیٹ جانشینی حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس میں وفاقی حکومت یا صوبائی حکومت کا پرونوٹ، خصوصی تمسک (Promissory Note)، اسٹاک یا دیگر کفالت، کوئی بانڈ، کسی کمپنی کے حصص یا اس سے متعلق رقوم کی وصولیاں، کسی لوکل اتھارٹی کا جاری کردہ کوئی تمسک یا کفالت (Securities)، کوئی دیگر کفالت جسے صوبائی حکومت سرکاری جریدے (Official Gazette) میں اعلان کے ذریعے کفالت قرار دے، انشورنس کی رقم اور بینک اکاؤنٹ وغیرہ شامل ہیں۔

جانشینی سرٹیفکیٹ کے حصول کا طریقہ کار

مندرجہ بالا قانون کے تحت متوفی کے ورثاء میں سے کوئی فرد اس مجاز دیوانی عدالت سے سرٹیفکیٹ حاصل کر سکتا ہے جہاں متوفی کی جائیداد کا کوئی حصہ پایا جاتا ہو یا وہاں متوفی رہائش پذیر رہ چکا ہو۔

درخواست میں متوفی کے تمام ورثاء اور قرض خواہان کو فریق بنایا جاتا ہے۔ یہ درخواست اصالتاً یا وکالتاً دائر کی جا سکتی ہے۔ اس درخواست میں مندرجہ ذیل تفصیلات کا درج کیا جانا ضروری ہے۔

۱۔ نام متوفی اور تاریخ وفات

۲۔ مقام سکونت بوقت وفات، اگر متوفی کی سکونت اندر حدود عدالت نہ ہو تو اس کی جائیداد جو کہ اندر حدود عدالت واقع ہے۔

۳۔ قریبی رشتہ داروں کے نام معہ پتہ۔

۴۔ وہ حق جس کی وجہ سے سائل دعویدار ہے۔

۵۔ مندرجہ بالا فقرہ نمبر ۴ کی رو سے یا اس ایکٹ یا کسی اور قانونی وجہ سے کوئی امر جانشینی سرٹیفکیٹ عطا کئے جانے

میں مانع ہو۔

۶۔ تفصیل قرضہ جات جن کے حصول کیلئے سرٹیفکیٹ درکار ہے۔

آخر میں مندرجات درخواست کی حلفاً تصدیق کی جاتی ہے کہ وہ درخواست گذار کے ذاتی علم و یقین کے مطابق صحیح ہیں اور تاریخ درخواست درج کی جاتی ہے۔

یہ درخواست مبلغ 15 روپے کے کورٹ فیس کی ادائیگی کے ساتھ دیوانی عدالت میں دائر کی جاتی ہے جس کے بعد اسے مجاز عدالت کے سپرد کیا جاتا ہے جو متوفی کے تمام ورثاء اور قرض خواہان کو جن کا ذکر درخواست میں کیا گیا ہو اور عوام الناس کو بذریعہ اخبار اشتہاری نوٹس جاری کرتی ہے تا کہ اگر متوفی کا کوئی جانشین جسے متوفی کے ترکہ میں سے حصہ ملنا ضروری ہو کسی وجہ سے درخواست میں شامل نہ ہو سکا ہو یا شامل نہ کیا گیا ہو تو وہ خود اشتہار پڑھنے کے بعد عدالت میں حاضر ہو کر اپنے حصہ کی حد تک دعویٰ پیش کر کے اپنا حق حاصل کر سکے۔

اگر فریقین میں سے کسی فرد یا افراد کو کسی ایک فرد کے حق میں سرٹیفکیٹ جانشینی جاری کئے جانے پر اعتراض نہ ہو تو عدالت درخواست گذار کے نام مذکورہ سرٹیفکیٹ جاری کرتی ہے جو پاکستان کے ہر حصے میں موثر ہوتا ہے۔

جس شخص کو جانشینی سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے، اسے منقولہ جائیداد کے متعلق درج ذیل اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں:۔

(۱) کفالتوں یا ان میں سے کسی کا سود یا منافع وصول کرنا

(۲) ان کی خرید وفروخت یا منتقل کرنا

(۳) ان کا سود یا منافع وصول کرنا اور خرید وفروخت (Negotiate or Transnsfer) سے متعلق دونوں کام کرنا۔

اگر عدالت کے علم میں لایا جائے کہ درخواست دہندہ نے قانونی یا واقعاتی حقائق کو چھپا کر سرٹیفکیٹ حاصل کیا ہے تو عدالت مجاز کو جانشینی سرٹیفکیٹ میں ترمیم کا اختیار حاصل ہے۔ اسی طرح اگر جانشینی سرٹیفکیٹ دھوکہ دہی سے حاصل کیا گیا ہو تو عدالت کے علم میں آنے کے بعد وہ سرٹیفکیٹ منسوخ کر سکتی ہے۔

جانشینی سرٹیفکیٹ کے اجراء کے بعد بھی مجاز عدالت اس سرٹیفکیٹ میں اس قرض یا تمسک کو شامل کر سکتی ہے جو ابتداء میں کسی وجہ سے سرٹیفکیٹ میں درج ہونے سے رہ گیا ہو۔

اگر کوئی شخص جو اجراء سرٹیفکیٹ سے مطمئن نہ ہو تو وہ اس حکم کے خلاف 30 یوم کے اندر عدالت عالیہ میں اپیل دائر کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ سرٹیفکیٹ کسی ڈسٹرکٹ جج نے جاری کیا ہو، لیکن اگر وہ سرٹیفکیٹ کسی سول جج نے جاری کیا ہو تو اس کے خلاف اپیل ڈسٹرکٹ جج کے پاس ہوگی۔

منسوخ شدہ اور ناجائز جانشینی سرٹیفکیٹ سے دست برداری

جانشینی سرٹیفکیٹ کی منسوخی کے بعد اسکا قابض اسے طلبی پر جس نے اسے یہ سرٹیفکیٹ جاری کیا تھا اسی عدالت میں واپس کرے گا اگر وہ ایسا نہیں کریگا تو اسے ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا تین ماہ قید کی سزا دی جا سکے گی۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر II
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر۔ 051-9209412
فیکس نمبر۔051-9214416
ای میل۔ ljcp@ljcp.gov.pk

پروانہ انصرام جائیداد(Letter of Administration)

اگر کوئی متوفی بلا وصیت مر گیا ہوتو اسکی جائیداد کے انصرام کا پروانہ (Letter of Administration) ایسے شخص کو عطا کیا جاتا ہے جو متوفی کی جائیداد کے کل یا جزو کا وارث ہو۔ متوفی کا کوئی قرض خواہ بھی یہ درخواست دے سکتا ہے۔

یہ درخواست اسی ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں دی جاسکتی ہے جہاں متوفی اپنی موت کے وقت رہائش پذیر ہو یا اس کی جائیداد کا کچھ حصہ واقع ہو۔ پروانہ انصرام جائیداد سے متعلق جملہ امور کے سلسلہ میں ڈسٹرکٹ جج کو اختیارات حاصل ہیں جن کی رو سے وہ درخواست گذار کا بیان قلمبند کرتا ہے اور متوفی کی جائیداد اور اسکی وصیت کے بارے میں جیسی بھی شہادت مناسب سمجھے طلب کر سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ڈسٹرکٹ جج ان تمام لوگوں کو نوٹس بھی جاری کر سکتا ہے جنکا متوفی کی جائیداد سے کوئی تعلق ہو، تا کہ وہ کاروائی اجراء پروانہ انصرام جائیداد ملاحظہ کریں۔

عدالت عالیہ یا ڈسٹرکٹ جج کا جاری کردہ پروانہ اسکے دائرہ اختیار سے باہر کی تصدیق شدہ دس ہزار روپے مالیت تک متوفی کی تمام منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کی حد تک پورے پاکستان میں موثر ہوگا۔

پروانہ انصرام جائیداد کے لوازمات

اجراء پروانہ انصرام جائیداد میں درج ذیل تفصیل درج کی جانا ضروری ہے۔

(۱)۔ متوفی کی موت کا وقت اور مقام۔

(۲)۔ متوفی کے خاندان یا دیگر رشتہ داروں کی تفصیل مع رہائشی پتہ۔

(۳)۔ وہ حق جس کے تحت درخواست گذار پروانہ انصرام جائیداد حاصل کرنا چاہتا ہے۔

(۴)۔ جائیداد کی تفصیل جس کیلئے درخواست دی گئی ہو۔

(۵)۔ متوفی کی سکونت بوقت وفات، اگر سکونت عدالت کے دائرہ اختیار میں نہ ہو تو متوفی کی جائیداد جو کہ عدالت کے دائرہ اختیار میں واقع ہے۔

(۶)۔ یہ درخواست اگر ڈسٹرکٹ جج کے نام ہو اور متوفی کی جائیداد کا کوئی حصہ جس کیلئے درخواست دی گئی ہو کسی دوسرے صوبے میں واقع ہو تو درخواست میں ہر ایک صوبے میں اس جائیداد کی مقدار اور ان ڈسٹرکٹ جج صاحبان کا ذکر جنکے اختیار سماعت میں وہ جائیداد آتی ہو۔

آخر میں یہ تصدیق کہ اس درخواست میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے درخواست گذار کے علم اور یقین کے مطابق درست ہے۔ درخواست میں غلط بیانی اور جھوٹی تصدیق کیلئے سزا مقرر ہے جو زیر دفعہ 193 تعزیرات پاکستان دی جاسکتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفسر II
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر۔ 051-9209412
فیکس نمبر۔051-9214416
ای میل۔ ljcp@ljcp.gov.pk

محتسب کے دفتر میں شکایات کے اندراج و پیروی کا طریقہ کار

انتظامیہ کے بعض فیصلوں سے عوام بجا طور پر شاکی رہے ہیں کیونکہ ان کی شکایات کے ازالے کے لئے کوئی موثر ادارہ موجود نہیں تھا جس کی وجہ سے انتظامی کارروائیوں میں بدانتظامی اکثر دیکھنے میں آتی تھی۔ ضرورت اس امر کی تھی کہ اس قسم کی ناانصافی کی تحقیقات، تشخیص اور متاثرہ شخص کی دادرسانی کے لئے کوئی ایسا ادارہ وجود میں لایا جائے جو اس طرح کی شکایات کا ازالہ کر سکے۔ لہذا اس مقصد کیلئے صدر پاکستان نے ایک صدارتی حکم کے ذریعے جنوری 1983ء میں وفاقی محتسب (اومبڈ سمین) کے عہدے کے قیام کا فرمان جاری فرمایا جسے بجا طور پر انتظامی جواب دہی کی طرف پہلا قدم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اب تک وفاقی محتسب کا ادارہ ہزاروں درخواستوں پر کارروائی کر کے پاکستان کے شہریوں کی داد رسانی کر چکا ہے۔ چونکہ بہت سے لوگ وفاقی محتسب کے ادارے کی کارروائی سے ناواقفیت کی بنا پر ایسی بدانتظامی کے خلاف دادرسانی حاصل کرنے سے محروم رہ جاتے ہیں، لہذا ضرورت ہے کہ عوام کو وفاقی محتسب کے ہاں درخواست گذاری کے طریقہ کار سے آگاہ کیا جائے۔

وفاقی حکومت کے کسی ادارے (جس میں وفاقی حکومت کی کوئی وزارت، شعبہ، محکمہ، کمیشن یا دفتر یا کوئی کارپوریشن یا دیگر ادارے شامل ہیں) یا اس کے افسران یا ملازمین میں سے کسی کی بدانتظامی سے متاثرہ شخص خود یا اسکے فوت ہو جانے کی صورت میں اسکا قانونی نمائندہ وفاقی محتسب کے نام انگریزی یا اردو میں تحریری شکایت اقرار صالح اور حلف کے ساتھ اسکے صدر دفتر اسلام آباد یا اسکے علاقائی دفاتر واقع پشاور، لاہور، فیصل آباد، ملتان، کراچی، سکھر اور کوئٹہ میں اصالتاً پیش کرسکتا ہے یا رسل ورسائل کے کسی دیگر ذریعے سے ارسال کرسکتا ہے۔ ضروری دستاویزات اور متعلقہ محکمہ کے ساتھ کی گئی خط وکتابت کی نقول، شکایت کنندہ کا نام، ڈاک کا مکمل پتہ اور قومی شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی بھی شکایت کے ہمراہ منسلک کرنا ضروری ہے۔ شکایت کنندہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنی شکایت کے پہلی بار علم میں آنے کے بعد لازمی طور پر زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے اندر ادارہ ہذا کو درخواست پیش کرے۔ وفاقی محتسب اگر ضروری سمجھے تو کسی ایسی شکایت کے سلسلے میں، جو وقت معینہ کے اندر پیش نہ کی گئی ہو، تفتیش کرسکتا ہے۔ شکایت کی وصولیابی کے ایک ماہ کے اندر شکایت پر وفاقی محتسب کے احکامات کی اطلاع، کہ شکایت تفتیش کیلئے منظور کر لی گئی ہے یا خارج کر دی گئی ہے، شکایت کنندہ کو دی جاتی ہے اور تفتیش کے دوران تین ماہ میں کم از کم ایک بار شکایت کنندہ سے رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔ اگر اس عرصہ میں کوئی اطلاع نہ ملے تو ڈائریکٹر جنرل شکایات دفتر وفاقی محتسب، اسلام آباد یا متعلقہ افسر سے براہ راست معلومات حاصل کی جا سکتی ہیں۔ شکایت پر کارروائی کرنے والے متعلقہ افسر سے اہم امور کے بارے میں تار یا ٹیلکس یا ٹیلیفون کے ذریعہ بھی رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

شکایت کنندہ کو اپنی درخواست کے ساتھ درج ذیل بیانِ حلفی دینا ہوگا۔

(و) جو وزارت دفاع کے ذیلی اداروں کے معاملات سے متعلق ہو۔

کسی شخص کی شکایت کے علاوہ وفاقی محتسب کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ ازخود (Suo Moto) کسی بدانتظامی کے معاملہ کے متعلق تفتیش کرے۔ مزید برآں وہ صدر پاکستان یا قومی اسمبلی کی طرف سے حوالہ (Referrence) آنے پر کاروائی کر سکتا ہے۔ اسی طرح وہ عدالت عظمیٰ یا عدالت عالیہ میں کسی قانونی کاروائی کے دوران ان کی طرف سے کی گئی کسی تحریک پر بھی کاروائی کر سکتا ہے۔

شکایات پر کاروائی ختم ہونے کا طریقہ کار

تفتیش کا مکمل ہونا۔

تفتیش کا عمل کسی معاملہ (Case) میں وفاقی محتسب کی منظوری سے ختم کیا جاتا ہے جب:۔

(الف) معاملہ میں کوئی بدانتظامی نہ پائی جائے۔

(ب) جس ایجنسی کے متعلق شکایت کی گئی ہو وہ وفاقی محتسب کے دائرہ اختیار سے باہر ہو۔

(ج) ایجنسی کا کوئی قصور نہ ہو اور شکایت کنندہ کی شکایت کے ازالہ کا متبادل طریقہ کار قانون میں موجود ہو۔

(د) شکایت کنندہ نے ضروری معلومات یا ضروری کاغذات فراہم نہ کئے ہوں یا یاددہانی کے باوجود ارسال نہ کئے ہوں۔

(ہ) شکایت کنندہ کی دادرسانی شکایت کرنے سے پہلے ہو چکی ہو اور اس نے اس کی تائید کی ہو۔

(و) شکایت کنندہ کو ازالہ کا حق حاصل ہو مگر ایجنسی نے اس کی دادرسانی کر دی ہو۔

(ز) شکایت کنندہ ایجنسی کی رپورٹ سے اتفاق کرتا ہو اور مزید کاروائی نہ کرنا چاہتا ہو۔

(ح) ایجنسی کی بدانتظامی کی وجہ سے شکایت کنندہ کے ساتھ بے انصافی ہوئی ہو اور وفاقی محتسب نے اسکی شکایت کا ازالہ کرنے کی سفارش کی ہو۔

تعمیل کے لئے سفارشات

اگر وفاقی محتسب شکایت پر غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہے کہ زیرغور معاملہ بدانتظامی کے مترادف ہے، تو متعلقہ ایجنسی کو اپنے نتائج کی تفتیش حسب ذیل کاروائی کرنے کیلئے ارسال کریگا۔

(الف) اس معاملے پر مزید غور و غوص کیلئے۔

(ب) فیصلہ، قانونی، سفارش، فعل یا ترک فعل تبدیل یا منسوخ کرنے کیلئے۔

(ج) متنازعہ فعل یا فیصلہ کی مزید وضاحت کیلئے۔

(د) کسی ایجنسی کے کسی سرکاری اہلکار کے خلاف اس پر قابل اطلاق متعلقہ قوانین کے تحت تادیبی کاروائی کرنے کیلئے۔

(ہ) مقررہ وقت کے اندر معاملہ کو نمٹانے یا ایجنسی کی کاروائی اور کارگزاری بہتر بنانے کیلئے سفارشات پر کاروائی کرنے کیلئے۔

سفارشات کی خلاف ورزی

(۱) اگر وفاقی محتسب کی طرف سے کی گئی سفارش کی تعمیل کے سلسلے میں کسی ایجنسی کے سرکاری اہلکار کی طرف سے خلاف ورزی ہو تو وفاقی محتسب معاملہ صدر پاکستان کو بھیج سکے گا۔

(۲) سفارشات کی خلاف ورزی کے موقع پر وفاقی محتسب کی رپورٹ اس سرکاری اہلکار کی ملازمت کے ریکارڈ کا ایک جزو بن جائے گی جو اولاً خلاف ورزی کرنے کا ذمہ دار ہو۔ مگر شرط یہ ہے کہ متعلقہ سرکاری اہلکار کو اس معاملہ میں سماعت کا موقع دیا گیا ہو۔

توہین کی سزا کا اختیار

وفاقی محتسب کو اپنی توہین پر کسی ایسے شخص کو سزا دینے کے لئے مناسب تبدیلیوں کے ساتھ وہی اختیارات ہیں جو عدالتِ عظمٰی کو حاصل ہیں۔

صدر کو عرض داشت (*Representation*)

اگر کسی شخص یا ایجنسی کو وفاقی محتسب کے فیصلے یا آرڈر سے ضرر پہنچے تو وہ تیس (۳۰) دن کے اندر اس فیصلے یا آرڈر کے خلاف صدر پاکستان کو عرض داشت پیش کر سکتے ہیں جس پر وہ مناسب حکم صادر کرے گا۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ڈپٹی سیکریٹری۔II، قانون وانصاف کمیشن، فون نمبر 051-9214793

فیکس نمبر 051-9214416، ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

نفقہ بیوی واولاد

اسلام نے از دواجی تعلقات کی اہمیت کے پیش نظر اپنے مفصل قوانین کے ذریعے میاں بیوی کے فرائض اور ذمہ داری کی تقسیم کرتے ہوئے انکے حقوق وفرائض متعین کئے ہیں۔ شوہر کے فرائض میں سرفہرست بیوی بچوں کا نان و نفقہ اور انکی معاشی کفالت ہے جس سے وہ کسی صورت بری الذمہ نہیں ہوسکتا خواہ بیوی ذاتی اعتبار سے کتنی مالدار کیوں نہ ہو البتہ اگر وہ چاہے تو اپنی آزادمرضی سے ازراہ تعاون خرچ کرسکتی ہے۔ اگر شوہر شریعت کی رو سے عائد اس ذمہ داری میں کوتاہی برتتے ہوئے بیوی بچوں کا نفقہ ادا نہ کرے تو اسے قانوناً بذریعہ عدالت اسکی ادائیگی پر مجبور کیا جاسکتا ہے، جس کیلئے ملک میں فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کے تحت الگ عائلی عدالتیں قائم ہیں۔ نفقہ کا اطلاق ہراس چیز پر ہوتا ہے جو انسان اپنے اہل واعیال پر اپنی استطاعت کے مطابق خرچ کرتا ہے۔ اس میں خوراک، لباس، گھر، علاج معالجہ اور وہ تمام اشیاء شامل ہیں جو گذراوقات اور آرام وآرائش کیلئے ضروری ہیں۔ نفقے کی مقدار کا تعین مرد کی استطاعت کے مطابق کیا جاتا ہے جس کا قاعدہ کلیہ قرآن نے خود سورۃ بقرہ کی آیت 236 اور سورۃ طلاق کی آیت 7 میں بیان کردیا ہے جنکی رو سے صاحب حیثیت شخص پر اسکی استطاعت کے مطابق اور نادار شخص پر اسکی استطاعت کے مطابق نفقہ ہے۔ چونکہ بیوی اور بچوں کے نفقے کے احکام بعض حالات میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لہذا ان کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

بیوی کا نفقہ نفقہ بیوی کا ایسا حق ہے جو باقی سارے مستحق افراد حتٰی کہ اولاد پر بھی فائق ہے۔ اگر شوہر اس کی ادائیگی میں لیت ولعل سے کام لے تو اسے عدالتی چارہ جوئی کے ذریعے اس کی ادائیگی پر مجبور کیا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں متاثرہ بیوی فیملی کورٹس رولز 1965ء کی دفعہ 6 کے تحت ہراس عائلی عدالت میں جہاں فریقین رہائش پذیر ہوں یا اکٹھے رہ چکے ہوں یا جہاں وجہ نزاع کلی یا جزوی طور پر پیدا ہوا ہو، نفقہ کیلئے درخواست دائر کرسکتی ہے یا مسلم فیملی لاز آرڈیننس 1961ء کی دفعہ 9 کے تحت ثالثی کونسل کو درخواست دے کر شوہر کے خلاف ادائیگی نفقہ کا حکم جاری کرواسکتی ہے۔ اس سلسلے میں ثالثی کونسل کی طرف سے درخواست دہندہ بیوی کو نفقہ کا ایک سرٹیفکیٹ جاری کیا جاتا ہے جس کے خلاف فریقین میں سے کوئی ایک مقررہ فیس کے ساتھ مقررہ مدت کے اندر مجاز افسر کو نگرانی (Rivision) کی درخواست دے سکتا ہے۔ بیوی اپنے شوہر سے ماضی میں عدم ادا شدہ نفقے کا بھی مطالبہ کرسکتی ہے اور بصورت انکار عدالتی چارہ جوئی کرسکتی ہے۔ عورت کے نفقے کا حق ازدواجی رشتے کے قیام کی صورت میں شوہر کی وفات تک اور طلاق کی صورت میں عدت کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔

نفقہ کی شرائط اگر بیوی بغیر کسی معقول وجہ کے شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کر دے تو نفقہ کی مستحق نہیں رہے گی تا ہم اگر شوہر نے خود اسے گھر سے نکالا ہو یا وہ علیحدہ رہنے میں قانونی طور پر حق بجانب ہو مثلاً اسکا مہر اسے ادا نہ کیا گیا ہو یا شوہر کا رویہ اس کے ساتھ درست نہ ہو تو وہ علیحدہ رہتے ہوئے بھی نفقہ کی حقدار ہو گی۔

اپیل کا حق فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کی دفعہ 14 کی رو سے کسی بھی فریق کو عائلی عدالت کے فیصلے کے خلاف ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں اپیل کا حق حاصل ہے تاہم اگر یہ فیصلہ ڈسٹرکٹ جج یا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے بحثیت فیملی جج کیا ہو تو اپیل ہائی کورٹ میں کی جائے گی لیکن نفقے سے متعلق عائلی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق اس شرط سے مشروط ہے کہ اس کا مقرر کردہ ماہانہ نفقہ مبلغ ایک ہزار روپے سے زیادہ ہو۔ اگر مقرر کردہ نفقہ ایک ہزار روپیہ یا اس سے کم ہو تو عائلی عدالت کے اس فیصلے کے خلاف اپیل کا حق نہیں ہوگا۔

اولاد کا نفقہ بیوی کے ساتھ ساتھ اولاد کا نفقہ بھی باپ پر واجب ہے باپ اس ذمہ داری سے اس صورت میں بھی نہیں بچ سکتا جب بچے ماں کی تحویل میں ہوں خواہ ماں خود کمانے والی اور صاحب جائیداد کیوں نہ ہو تا ہم باپ کے بالکل مفلس ہونے کی صورت میں اولاد کے نفقے کی ذمہ داری صاحب استطاعت ماں پر ہوگی۔ بچوں کے نفقے کیلئے درخواست ماں یا کسی بھی ولی کی طرف سے دائر کی جاسکتی ہے جسکی تحویل میں بچے موجود ہوں۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر-I
قانون و انصاف کمیشن
فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

بچوں کی حضانت (تحویل) کا قانون وطریقہ کار

بچوں کی دیکھ بھال، پرورش اور انکی تعلیم وتربیت کا مناسب بندوبست کرنا والدین کی ذمہ داری ہے جس کیلئے میاں بیوی کے درمیان خوشگوار ازدواجی تعلقات از بس ضروری ہیں۔ میاں بیوی کے کشیدہ تعلقات اور آپس کے لڑائی جھگڑے دیگر خرابیوں کے علاوہ بچوں پر تباہ کن منفی اثرات مرتب کرتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے طلاق کو جائز ہونے کے باوجود ناپسندیدہ قرار دیا ہے اور بچوں کی حضانت یعنی تحویل (Custody) سمیت متعلقہ مسائل کی بابت تفصیلی احکام دئے ہیں جو شخصی قوانین کے نام سے متعلقہ افراد پر انکے فقہی مسلک کے مطابق اطلاق پذیر ہیں۔ بچوں کی حضانت اور ان کے مال و جائیداد کیلئے ولی کا تقرر رائج الوقت قانون گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ (Guardian and Wards Act 1890) کے تحت کیا جاتا ہے۔ فیملی کورٹس ایکٹ 1964ء کی دفعہ 5 کے تحت حضانت کے مقدمات عائلی عدالتوں میں دائر کئے جاتے ہیں جبکہ ان کی جائیداد کی ولایت کے مقدمات چاروں صوبوں میں گارڈین جج کی عدالت میں دائر ہوتے ہیں۔

حضانت کا حق بچوں کی حضانت بنیادی طور پر والدین کا حق ہے۔ حنفی مسلک کے مطابق شخصی قانون (Personal Law) کی رو سے یہ حق بیٹے کی صورت میں سات سال تک اور بیٹی کی صورت میں بلوغت تک ماں کو حاصل ہے۔ ماں کی غیر موجودگی یا اسکے نااہل قرار دئے جانے کی صورت میں یہ حق نانی یا پرنانی کو، پھر دادی یا پردادی کو، پھر حقیقی بہن کو، پھر ماں کی طرف سے سوتیلی بہن کو، پھر باپ کی طرف سے سوتیلی بہن کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیوں کو، پھر خالہ کو، پھر پھوپھی کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کی بیٹیوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔ ان سب کی غیر موجودگی میں یا ان کے اپنے حق سے دست بردار ہو جانے یا نااہل قرار دیئے جانے کی صورت میں یہ حق باپ کو منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی طرح باپ کی غیر موجودگی میں یا اسکے نااہل قرار دئے جانے کی صورت میں یہ حق دادا یا پردادا کو، پھر حقیقی بھائی کو، پھر سوتیلے بھائی کو، پھر اسی ترتیب سے ان کے بیٹوں کو، پھر چچاؤں کو اور پھر اسی ترتیب سے ان کے بیٹوں کو منتقل ہو جاتا ہے۔ تاہم بچی کی حضانت کا حقدار بننے کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسکا محرم اور قابل اعتماد بھی ہو۔ ان سب کی غیر موجودگی میں یا ان کے نااہل قرار دئے جانے کی صورت میں یہ پھر عدالت کی ذمہ داری ہے کہ ان کیلئے ولی مقرر کرے۔ شیعہ مکتب فکر کے شخصی قانون کی رو سے ماں کی حضانت کا حق بیٹے کی صورت میں دو سال کی عمر تک اور بیٹی کی صورت میں سات سال تک ہے پھر یہ حق باپ کو منتقل ہو جاتا ہے۔ دوران حضانت ماں کی وفات کی صورت میں بھی یہ حق باپ کو اور دونوں کی وفات کی صورت میں یہ حق دادا کو منتقل ہو جاتا ہے۔

حضانت کا بنیادی اصول حضانت کا بنیادی اصول نابالغ بچوں کی فلاح و بہبود ہے جسے ایک فیصلہ کن حیثیت حاصل ہے۔ حضانت کیلئے بچوں کی عمروں کے تعین سے متعلق مذکورہ بالا قاعدے اور مستحق حضانت افراد کی ترتیب میں بھی بچوں کی بہبود کا خصوصی خیال رکھا گیا ہے کیونکہ ابتدائی عمر میں ان کی دیکھ بھال اور پرورش ماں اور مذکورہ بالا ترتیب کے مطابق دیگر رشتے دار عورتیں زیادہ بہتر طریقے سے کر سکتی ہیں جبکہ سات سال کی عمر کے بعد بیٹے کی تعلیم و تربیت اور بالغ بیٹی کی حفاظت کیلئے باپ اور دوسرے قریبی مرد رشتے دار قابل ترجیح ہیں تاہم شخصی قانون کے مذکورہ قاعدے اور مستحق حضانت افراد کی ترتیب کو حتمی حیثیت حاصل نہیں ہے بلکہ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 17، 24 اور 25 کی رو سے ان کا اطلاق بچے کی بہبود کی شرط سے مشروط ہے۔ اگر کسی پیش آمدہ مسئلے میں عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ حضانت کے مذکورہ قاعدے کے اطلاق کی صورت میں نابالغ بچہ ایک ایسے فائدے سے محروم ہو سکتا ہے جو زیادہ بنیادی نوعیت کا ہے تو مذکورہ بالا ترتیب سے انحراف کرتے ہوئے اس کی حضانت اس فہرست میں مذکور کسی مستحق یا کسی دیگر شخص کو دی جا سکتی ہے۔ پس والدین میں سے کوئی بھی فریق اس قاعدے کے مطابق حضانت کا حقدار ہونے کے باوجود اگر کسی وجہ سے بچوں کی صحیح پرورش کرنے کی پوزیشن میں نہ ہو تو وہ دوسرے فریق کی طرف سے عدالتی چارہ جوئی پر حق حضانت کھو سکتا ہے۔

بچے کی بہبود کی حدود و قیود بچے کی بہبود کے بارے میں فیصلہ کرنا عدالت کی ذمہ داری ہے، جس کیلئے ہر کیس کے پورے حالات و واقعات کو گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 17 میں مذکور ہدایات کی روشنی میں دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اس دفعہ کی رو سے بچے کی بہبود سے مراد اسکی دنیوی، دینی اور اخلاقی بہبود ہے جسکے تعین کیلئے عدالت اسکی عمر، جنس اور مذہب کے علاوہ مجوزہ ولی کی اخلاقی و مالی حیثیت، بچے کے ساتھ اس کے رشتے کی قربت، اس کے ساتھ اس کے موجودہ یا سابقہ تعلق اور وفات پا جانے والے والدین کی خواہش کو بھی مدنظر رکھے گی اور بچہ اگر کسی فریق کو ترجیح دینے کی سمجھ بوجھ رکھتا ہو تو اسکی ترجیحی رائے پر بھی غور کرے گی۔ اس دفعہ اور دفعہ 24 کی مندرجات کی رو سے بچے کو اس فریق کی حضانت میں دیا جائے گا جو اسکی صحت، آسائش، خوشی اور تعلیم و تربیت کا زیادہ بہتر خیال رکھ سکے۔

حق حضانت کی راہ میں رکاوٹیں بچوں کی فلاح و بہبود کے پیش نظر حق حضانت طلب کرنے والے والدین کے بعض حالات کو بچوں کی بہبود کے منافی قرار دیا گیا ہے، جن میں وہ شخصی قانون کی رو سے حضانت کے حقدار ہونے کے باوجود حق حضانت کھو دیتے ہیں۔ وہ حالات اور صورتیں جو بچوں کی بہبود کے منافی ہونے کی وجہ سے والدہ یا کسی بھی دیگر حضانت کی حقدار خاتون کو حق حضانت سے محروم کر سکتی ہیں، حسب ذیل ہیں۔

(1) کسی اجنبی شخص کے ساتھ اسکی شادی ہونا جو اس بچے کا محرم نہ ہو الا یہ کہ عدالت کی رائے میں اس بچے کا اپنی ماں کی تحویل میں رہنا اسکی بہبود میں ہوتا ہم اگر شوہر وفات پا جائے یا ان کے درمیان علیحدگی ہو جائے تو اس کا حق حضانت دوبارہ بحال ہو جائے گا۔

(2) اسکا کردار اور چال چلن درست نہ ہونا تا ہم ناخواندگی یا صحت کی خرابی کی بنیاد پر اسے حق حضانت سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔

(3) بچوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ کرنا یا انکی دیکھ بھال میں غفلت برتنا۔ اور

(4) بچوں کو ایسی جگہ رکھنا جہاں باپ حقیقی سرپرست ہونے کے باجود ان پر اپنی نگرانی اور کنٹرول نہ رکھ سکے جو کہ ان بچوں کی بہبود کیلئے ضروری ہے۔

اسی طرح جن صورتوں میں باپ قانونی طور پر حقدار ہونے کے باوجود حق حضانت کھو سکتا ہے، وہ حسب ذیل ہیں۔

(1) اسکے اخلاق و کردار کا درست نہ ہونا۔

(2) ان بچوں کے معاملے میں غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرنا اور دیکھ بھال اور ان کی تعلیم و تربیت کا مناسب بندوبست نہ کرنا۔ اور

(3) اسکی دوسری بیوی اور بچے ہونا الا یہ کہ وہ یہ ثابت کر سکے کہ وہ ان بیوی بچوں کی موجودگی میں بھی انکی تعلیم و تربیت اور صحیح پرورش کرنے کی پوزیشن میں ہے اور اس کی بیوی کا رویہ بھی ان بچوں کے معاملے میں منفی ظاہر نہ ہو۔

بچے سے ملاقات اور عارضی تحویل کا حق

والدین میں سے کسی ایک کی حضانت میں ہوتے ہوئے بھی دوسرے فریق کو بچوں سے ملاقات اور انکی عارضی تحویل کا حق حاصل ہے۔ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 12 کی رو سے گارڈین جج ان بچوں کے ساتھ اس کی ملاقات کے وقت اور جگہ کا تعین کر کے اس سلسلے میں حضانت رکھنے والے فریق کو ہدایات جاری کر سکتا ہے اور اگر ان کی بہبود کیلئے ضروری سمجھے تو انہیں مناسب وقفوں کے بعد اس کی عارضی تحویل میں بھی دے سکتا ہے تا کہ وہ اس کے ساتھ بھی مانوس رہیں اور انکے دل میں اس کے خلاف منفی جذبات پیدا نہ ہوں تا ہم عدالت سے بچوں کی عارضی تحویل کا حکم جاری کروانے کیلئے درخواست دہندہ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ایسا حکم جاری نہ ہونے کی صورت میں بچے کی فلاح و بہبود یا اسکی صحت یا اسکی جان خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ ایسا حکم نہ صرف حضانت کے مقدمے کی کاروائی کے دوران جاری کروایا جا سکتا ہے بلکہ عدالت حتمی فیصلے میں بھی اس بارے میں حکم جاری کر سکتی ہے۔

نابالغ بچوں کی جائیداد کی ولایت نابالغ بچوں کی جائیداد کی ولایت کے قانونی حقداران کے پدری رشتہ دار ہیں۔ اسلامی شخصی قانون کی رو سے بچوں کی جائیداد کی ولایت کا پہلا قانونی حقداران کا باپ ہے، پھر اس کا وصی، پھر دادا اور پھر جس کے حق میں دادا وصیت کرے۔ دوسرے قریبی رشتے دار جیسے ماں، بھائی اور چچا وغیرہ انکی جائیداد کے محافظ تو ہو سکتے ہیں البتہ انہیں اس میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہے۔ قانونی ولی کی عدم موجودگی کی صورت میں یہ عدالت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی جائیداد کے تحفظ اور بقاء کیلئے کسی مناسب شخص کو ولی مقرر کرے۔ جس میں بچوں کی بہبود کے پیش نظر ماں اور دوسرے مدری رشتے داروں کو بھی ترجیح دی جاسکتی ہے۔

قانونی ولی کے اختیارات قانونی ولی بچوں کی جائیداد میں ان کی بہبود کا خیال رکھتے ہوئے کوئی بھی جائز تصرف کر سکتا ہے جس کیلئے وہ کسی عدالتی سرٹیفکیٹ کا محتاج نہیں ہے البتہ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 28 کی رو سے وصیت کے ذریعے مقرر شدہ ولی کے تصرفات وصیت میں مذکور پابندیوں کے تابع ہونگے تاہم اگر اسے عدالت کی طرف سے بھی متعلقہ قانون کے تحت ولی مقرر کیا گیا ہو تو مذکورہ پابندیوں کے علی الرغم اسے تحریری حکم کے ذریعے ایسی جائیداد میں مقررہ طریقے کے مطابق بعض تصرفات کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ قانونی ولی کو بچوں کی جائیداد میں ان کی بہبود کے پیش نظر ہر طرح کے تصرف کا حق حاصل ہے حتی کہ اگر ضرورت پڑے تو وہ اسے بیچ بھی سکتا ہے تاہم ایسی جائیداد صرف حسب ذیل صورتوں میں بیچی جاسکتی ہے۔

(1) جائیداد کی دوچند قیمت مل سکتی ہو۔
(2) بچے کے نان ونفقے کی خاطر اسے بیچے بغیر چارہ نہ ہو۔
(3) بچے کے فوت شدہ والد کے ذمہ واجب الاداء قرض کی ادائیگی کا اور کوئی بندوبست نہ ہو۔
(4) فوت شدہ والد نے کسی کے حق میں وصیت کی ہو جس کی ادائیگی کا اور کوئی بندوبست نہ ہو۔
(5) جائیداد کے اخراجات اس کی آمدنی سے متجاوز ہوں۔
(6) جائیداد شکست وریخت کی شکار اور روبہ زوال ہو۔ اور
(7) جائیداد کسی نے غصب کی ہو اور اسکی واگزاری ناممکن ہونے کا معقول خطرہ موجود ہو۔

عدالت کی طرف سے مقرر شدہ ولی کے اختیارات عدالت کی طرف سے مقرر شدہ ولی بھی بچوں کی بہبود کے پیش نظر ان کی جائیداد میں کوئی بھی جائز تصرف کر سکتا ہے البتہ بعض تصرفات وہ عدالت کی پیشگی اجازت سے ہی کر سکتا ہے۔ گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ کی دفعہ 29 کی رو سے مذکورہ ولی عدالت کی پیشگی اجازت کے بغیر ایسی غیر منقولہ

جائیداد کے کسی حصے کو نہ تو رہن رکھ سکتا ہے، نہ بیچ سکتا ہے، نہ ہبہ کر سکتا ہے، نہ اسکا تبادلہ کر سکتا ہے اور نہ ہی ایسی جائیداد کے کسی حصے کو پانچ سال سے زیادہ عرصے کیلئے یا اسکی بلوغت سے ماورئی ایک سال سے زیادہ عرصے کیلئے اجارے پر دے سکتا ہے۔ دفعہ 31 کی رو سے عدالت کی طرف سے ایسے کسی بھی تصرف کی اجازت صرف بچے کی ضرورت یا فائدے کیلئے دی جا سکتی ہے جن کا ذکر عدالت اجازت دینے سے متعلق اپنے حکم میں کرے گی، جس کیلئے عدالت دیگر کے علاوہ حسب شرائط مقرر کر سکتی ہے۔

(ا) عدالت کی منظوری کے بغیر ایسی فروخت کو حتمی شکل نہیں دی جائے گی۔

(ب) ایسی جائیداد فروختگی کے بارے میں عدالتی اشتہار کے بعد عدالت یا اس کے مقرر کردہ شخص کے روبرو سب سے اونچی بولی دینے والے کو فروخت کی جائے گی۔

(ج) ایسی جائیداد زر پیشگی (Premium) کے بدلے میں اجارے پر نہیں دی جائے گی یا اسے اتنے سالوں کیلئے اتنے کرائے پر یا ایسی شرائط پر دی جائے گی جن کے بارے میں عدالت ہدایت کرے۔

(د) فروخت کے نتیجے میں ملنے والی ساری رقم یا اس کا کچھ حصہ عدالت کے حوالے کیا جائے گا تا کہ اسے عدالتی ہدایات کے مطابق متعلقہ بچوں پر خرچ کیا جا سکے یا اس رقم کو کسی کاروبار میں لگایا جا سکے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر I
قانون و انصاف کمیشن
فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

گاڑیوں کی رجسٹریشن کا طریقہ کار

موٹر گاڑیاں عوام کیلئے ان گنت سہولتوں اور نقل وحمل کا اہم ذریعہ ہونے کے ساتھ ساتھ مختلف مسائل اور جانی و مالی نقصانات کا بھی باعث بنتی ہیں جن پر قابو پانے کیلئے ان کے استعمال کو موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء اور بعض دوسرے قوانین کے ذریعے منضبط کیا گیا ہے۔ مذکورہ قوانین کے تحت کسی بھی گاڑی کو جب تک باقاعدہ رجسٹر نہ کرالیا جائے، اسکا استعمال اور چلانا ممنوع ہے جبکہ پبلک ٹرانسپورٹ گاڑی کا روٹ پرمٹ بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔ گاڑی چلانے والے کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ ڈرائیونگ لائسنس کا حامل اور مطلوبہ شرائط پر پورا اترتا ہو اور گاڑی بھی صحیح حالت میں ہو۔ علاوہ ازیں مختلف اوقات و مقامات کے لحاظ سے گاڑیوں کی رفتار کو منضبط کرنے کے ساتھ ساتھ ٹریفک کے قواعد وضوابط کا بھی تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے اور خلاف ورزی کرنے والوں کیلئے سزائیں تجویز کی گئی ہیں تاہم اس ضمن میں سب سے اہم اور بنیادی کام گاڑی کی رجسٹریشن اور متعلقہ اتھارٹی سے رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کا حصول ہے جسکے بغیر گاڑی چلانا ممنوع ہے۔

موٹر وہیکل آرڈیننس 1965ء کا باب 3 موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن سے متعلق ہے۔ اس قانون کی دفعہ 23 کی رو سے کوئی بھی گاڑی جب تک رجسٹر نہ ہو اور مقررہ طریقے کے مطابق اس پر رجسٹریشن نمبر نہ لگایا گیا ہو، چلانا یا چلانے دینا ممنوع ہے تاہم اس کا اطلاق کسی گاڑی پر اس وقت نہیں ہوگا جب اسے متعلقہ رجسٹریشن اتھارٹی کی حدود واختیار میں بغرض رجسٹریشن متعلقہ دفتر تک یا وہاں سے واپس لے جایا جا رہا ہو یا وہ موٹر گاڑیوں کے تاجر کے قبضہ (Show Room) میں ہو۔ اسی طرح دفعہ 24 کی رو سے گاڑی اس رجسٹریشن اتھارٹی سے رجسٹر کرائی جائے گی جس کے حدود اختیار میں گاڑی کے مالک کی رہائش یا کاروبار ہو یا جہاں گاڑی عموماً رکھی جاتی ہو۔ تاہم دفعہ 26 کی رو سے کسی بھی رجسٹریشن اتھارٹی سے گاڑی کی عارضی رجسٹریشن بھی کرائی جا سکتی ہے اس صورت میں گاڑی کے مالک کو عارضی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور نمبر جاری کیا جاتا ہے جو ایک ماہ کیلئے موثر ہوتا ہے۔

طریقہ کار اس قانون کی دفعہ 25 کی رو سے رجسٹریشن کیلئے درخواست گاڑی کا مالک یا اسکی طرف سے اسکا نمائندہ اس قانون کے شیڈول اول میں مذکور فارم ایف (F) پر مطلوبہ معلومات کے اندراج اور مقررہ فیس کے ساتھ ضلع کے ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن آفسر (Excise and Taxation Officer) کے دفتر میں جمع کراتا ہے جسکی بنیاد پر گاڑی رجسٹر کی جاتی ہے اور مذکورہ آفسر گاڑی کو رجسٹر کر کے اسکے مالک کو فارم جی (G) کی صورت میں رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرتا ہے جسکے کوائف وہ دفتر کے ریکارڈ میں بھی محفوظ رکھتا ہے۔ رجسٹریشن آفسر کی طرف سے گاڑی کو ایک

امتیازی نشان یعنی مقررہ اعداد پر مشتمل رجسٹریشن نمبر تفویض کیا جاتا ہے جو اس ضلع کے نام سے ہوتا ہے جس میں گاڑی رجسٹر کی جاتی ہے تاہم صدر، وزیراعظم، گورنراور وزرائے اعلیٰ کیلئے مخصوص گاڑیاں خواہ وہ سرکاری ہوں یا غیر سرکاری، اس رجسٹریشن سے مستثنٰی ہیں جن کیلئے وفاقی حکومت یا متعلقہ صوبائی حکومت مخصوص نمبر جاری کرتی ہے۔

دفعہ 27 کی رو سے یہ اطمینان حاصل کرنے کیلئے کہ رجسٹریشن کیلئے دی گئی درخواست کے مندرجات صحیح ہیں، رجسٹریشن اتھارٹی گاڑی رجسٹر کرنے سے پہلے گاڑی کے مالک سے یہ مطالبہ کرسکتی ہے کہ وہ گاڑی اسکے سامنے یا حکومت کی طرف سے مقرر کردہ کسی دیگر اتھارٹی کے سامنے پیش کرے۔

پہلے سے رجسٹر شدہ موٹر گاڑیوں کی خرید وفروخت کی صورت میں یہ خریدار اور فروخت کنندہ دونوں کے مفاد میں ہے کہ خریدار گاڑی فوری طور پر اپنے نام منتقل کرالے تاکہ چوری یا گاڑی کے غلط استعمال کی صورت میں نقصان کی تلافی اور ذمہ داری کا تعین کیا جاسکے۔

رجسٹریشن سے انکار:- دفعہ 28 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی (Registration Authority) کسی بھی موٹر گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کرسکتی ہے اگر موٹر گاڑی میکانکی (Mechnically) طور پر ناقص ہونے کی وجہ سے استعمال کیلئے غیر محفوظ ہو یا گاڑی باب 6 یا اسکے تحت مرتب شدہ قواعد کی ضروریات پورا نہ کرتی ہو۔ باب 6 کی رو سے حکومت موٹر گاڑیوں کو درست حالت میں رکھنے کیلئے عمومی طور پر یا خاص قسم کی موٹر گاڑیوں یا ٹریلروں کے بارے میں یا خاص حالات میں گاڑیوں کی چوڑائی، اونچائی، لمبائی، لادے جانے والے بوجھ، بیٹھنے کے انتظامات، مسافروں کی حفاظت، ٹائروں، بریکوں، اسٹیئرنگ گیئر، اشاروں اور رفتار سے متعلق پرزوں کی حالت، حفاظتی شیشوں کے استعمال، گاڑیوں سے نکلنے والے دھویں اور تیل، اس سے پیدا ہونے والے شور کی تخفیف اور باعث ایذا و خطرہ بن سکنے والے اوزار لے جانے کی ممانعت وغیرہ سے متعلق قواعد وضع کرسکتی ہے جن پر عمل نہ کرنے کی صورت میں مجاز اتھارٹی گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کرسکتی ہے۔ موٹر گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ درخواست گزار موٹر گاڑی کی کسی سابقہ رجسٹریشن کے کوائف مہیا کرنے سے قاصر رہے یا وہ متعلقہ آفسر کے روبرو آرڈیننس ھذا یا کسی دیگر نافذ العمل قانون کے تحت پہلے سے رجسٹر شدہ گاڑی کی صورت میں اس سے متعلق آخری سرٹیفکیٹ اور مالک کا اختیار نامہ (Authority Letter) یا انتقال ملکیت کا سرٹیفکیٹ اور باہر سے درآمد شدہ گاڑی کی صورت میں جو پاکستان میں کسی جگہ پہلے سے رجسٹر نہ کی گئی ہو، گاڑی کا درآمدی لائسنس پیش کرنے سے قاصر رہے۔ گاڑی رجسٹر کرنے سے انکار کی صورت میں متعلقہ آفسر درخواست دہندہ کو انکار کی وجوہات کی ایک نقل بلا قیمت مہیا کرے گا جبکہ دفعہ 31 کی رو سے گاڑی کے مالک کیلئے ضروری ہے کہ وہ رہائش بدلنے کی صورت میں 30 دن کے اندر نئے پتے کی اطلاع رجسٹریشن

سٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے اور اگر نئی رہائش کسی دوسرے رجسٹریشن آفسر کی حدود اختیار کے اندر ہوتو اسکی اطلاع اس دوسرے آفسر کو دی جائے گی اور نیا پتہ درج کرانے کیلئے رجسٹریشن سٹیفکیٹ بھی اسکے سامنے پیش کیا جائے گا۔ یہ پھر اس آفسر کی ذمہ داری ہے کہ وہ انتقال رہائش کی اطلاع مذکورہ ابتدائی طور پر رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے تاہم دفعہ ہذا کے کسی امر کا اطلاق اس صورت میں نہیں ہوگا جبکہ سرٹیفکیٹ میں درج شدہ پتے کی تبدیلی عارضی نوعیت کی ہو جس کا دورانیہ چھ ماہ سے زیادہ ہونا مقصود نہ ہو یا جبکہ موٹر گاڑی نہ تو استعمال میں لائی گئی ہو اور نہ ہی رجسٹریشن سرٹیفکیٹ میں مندرج پتہ کی حدود سے ہٹائی گئی ہو۔

اس آرڈیننس کی دفعہ 32 کی رو سے باب ہذا کے تحت رجسٹر شدہ کسی موٹر گاڑی کے انتقال ملکیت کی صورت میں نئے مالک کیلئے لازم ہوگا کہ وہ 30 دن کے اندر انتقال ملکیت کی اطلاع اس رجسٹریشن آفسر کو دے جسکی حدود اختیار میں وہ بالعموم سکونت پذیر ہو۔ اس کیلئے یہ بھی لازم ہے کہ وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی مذکورہ رجسٹریشن آفسر کو بمعہ مقررہ فیس ارسال کرے تاکہ اس میں انتقال ملکیت کے کوائف درج کر لئے جائیں تاہم ضلع اسلام آباد میں صرف اسی ضلع کی رجسٹر شدہ گاڑیوں کے انتقالِ ملکیت کی اجازت ہے۔ کسی اور صوبے یا ضلع میں رجسٹر شدہ گاڑیوں کے انتقال ملکیت پر پابندی ہے۔

دفعہ 33 کی رو سے اگر کسی موٹر گاڑی کی ساخت یعنی چیسز نمبر (Chesses Number)، انجن نمبر (Engine Number) اور نشستوں کی گنجائش (Seating Capacity) میں اس قدر رد و بدل کر دیا جائے کہ رجسٹریشن سٹیفکیٹ میں مندرج کوائف درست نہ رہیں تو گاڑی کے مالک کیلئے لازم ہوگا کہ چودہ دن کے اندر اس ردوبدل کی اطلاع اُس رجسٹریشن آفسر کو دے جس کے حدود اختیار کے اندر وہ سکونت پذیر ہو اور ردوبدل کے کوائف درج کرنے کیلئے رجسٹریشن سٹیفکیٹ بھی مقررہ فیس کے ہمراہ اس کے سامنے پیش کرے تاہم گاڑی کے وزن میں کسی ایسی تبدیلی کی اطلاع اسے دینا ضروری نہیں ہوگا جو ضروری ساز و سامان کے اضافہ یا کمی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو بشرطیکہ یہ تبدیلی رجسٹریشن سٹیفکیٹ میں مندرج وزن کے دو فی صد سے متجاوز نہ ہو۔ یہ رجسٹریشن آفسر کی ذمہ داری ہے کہ وہ مذکورہ اندراج کی اطلاع ابتدائی طور پر رجسٹریشن سٹیفکیٹ جاری کرنے والے آفسر کو دے۔

رجسٹریشن کی معطلی دفعہ 34 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی یا کوئی مقررہ دیگر اتھارٹی گاڑی کے مالک کو صفائی کا موقع دینے کے بعد کسی موٹر گاڑی کا رجسٹریشن سٹیفکیٹ معطل کر سکتی ہے اگر گاڑی کا بیمہ نہ کرایا گیا ہو یا گاڑی کی نسبت واجب الادا فیس یا ٹیکس تین ماہ سے زیادہ عرصہ تک ادا نہ کی گئی ہو یا پبلک ٹرانسپورٹ کی صورت میں گاڑی کیلئے موزونیت کا سرٹیفکیٹ (Fitness Certificate) حاصل نہ کیا گیا ہو یا مذکورہ اتھارٹی کے پاس یہ یقین کرنے کی

وجوہات موجود ہوں کہ موجودہ حالت میں گاڑی کا استعمال عوام کیلئے خطرے کا باعث بن سکتا ہے یا وہ گاڑی باب نمبر 6 یا اسکے تحت مرتب شدہ قواعد پر پورا نہ اترتی ہو یا سرٹیفکیٹ کی عبارت کو دانستہ طور پر مسخ کیا گیا ہو یا اس میں ترمیم واضافہ کیا گیا ہو۔ ایسی معطلی اس وقت تک موثر رہے گی جب تک مذکورہ تقاضوں کو پورا نہ کیا جائے تاہم اگر یہ معطلی چھ ماہ سے زیادہ عرصے کیلئے جاری رہے تو اگر گاڑی رجسٹر بھی اسی اتھارٹی نے کی ہو تو اسے اختیار ہے کہ اس رجسٹریشن سرٹیفکیٹ کو منسوخ کر دے اور اگر کسی اور اتھارٹی نے اسے معطل کیا ہو تو اس پر لازم ہے کہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل معطل رکھنے کی صورت میں وہ معطلی اور اسکی وجوہات کی اطلاع رجسٹریشن سرٹیفکیٹ جاری کرنے والی اتھارٹی کو کرے اور اگر معطلی مسلسل 6 ماہ سے زیادہ عرصے کیلئے جاری رہے تو رجسٹریشن سرٹیفکیٹ بھی اسے ارسال کر دے تاکہ وہ اگر چاہے تو فوراً اسے منسوخ کر دے۔

اگر مذکورہ اتھارٹی کے اطمینان کے مطابق گاڑی ملک کے خلاف تخریبی سرگرمیوں میں استعمال کی جاتی ہو یا صوبائی یا علاقائی ٹرانسپورٹ اتھارٹی سے اجازت نامہ حاصل کئے بغیر کرائے کیلئے استعمال کی جاتی ہو یا گاڑی کو عدالت نے کسی قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب میں ملوث پایا ہو جسکی سزا پانچ سال قید سے کم نہ ہو اور اسے مالک نے خود استعمال کیا ہو یا اسکے علم یا چشم پوشی سے استعمال کی گئی ہو تو اسکا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ زیادہ سے زیادہ 6 ماہ کیلئے معطل کیا جاسکتا ہے۔ البتہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ معطل کرنے والی اتھارٹی کیلئے لازم ہے کہ وہ حسب سابق دونوں صورتوں میں معطلی کے واقعہ اور اسکی تحریری وجوہات سے گاڑی کے مالک کو مطلع کر دے جسکے بعد مالک پابند ہوتا ہے کہ وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور ٹوکن یا کارڈ فی الفور رجسٹریشن اتھارٹی کے حوالے کر دے جو رجسٹریشن کی معطلی کا حکم منسوخ ہو جانے کے بعد واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔

رجسٹریشن کی منسوخی دفعہ 35 کی رو سے اگر کوئی موٹر گاڑی تباہ ہو جائے یا ہمیشہ کیلئے ناقابل استعمال ہو جائے تو لازم ہے کہ مالک جتنی جلدی ممکن ہو سکے رجسٹریشن اتھارٹی کو اسکی اطلاع کرے جس کی حدود اختیار میں وہ سکونت پذیر ہو اور رجسٹریشن سرٹیفکیٹ وغیرہ بھی اسے ارسال کر دے اور اگر مذکورہ سرٹیفکیٹ جاری بھی اسی اتھارٹی نے کیا ہو تو لازم ہے کہ وہ اسے منسوخ کر دے بصورت دیگر اسے منسوخی کیلئے متعلقہ اتھارٹی کے پاس بھیج دے۔ اسی طرح اپنے حدود اختیار کے اندر کسی گاڑی کا معائنہ حکومت کی طرف سے مقرر شدہ کسی آفسر سے کرانے اور مالک کو صفائی کا موقع دینے کے بعد اگر رجسٹریشن اتھارٹی مطمئن ہو کہ ایسی حالت میں اس گاڑی کا استعمال عوام کیلئے خطرے کا باعث ہے یا وہ ناقابل مرمت ہے تو وہ رجسٹریشن سرٹیفکیٹ منسوخ کر دے گی۔ علاوہ ازیں اگر رجسٹریشن اتھارٹی کو اطمینان ہو جائے کہ کوئی گاڑی ہمیشہ کیلئے صوبے سے باہر منتقل کر دی گئی ہے تو بھی اس کیلئے لازم ہے کہ گاڑی کی رجسٹریشن منسوخ کر دے اور اس کی اطلاع بمعہ اسکی منسوخی کی وجوہات کے تحریری طور پر گاڑی کے مالک کو دے۔ گاڑی کے مالک کیلئے بھی لازم ہے کہ وہ

گاڑی کا رجسٹریشن سرٹیفکیٹ اور ٹوکن یا کارڈ وغیرہ فوراً متعلقہ اتھارٹی کے حوالے کر دے۔

اپیل کا حق گاڑی کے مالک کو اختیار ہے کہ وہ مجاز اتھارٹی کی طرف سے گاڑی رجسٹر کرنے یا موزونیت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے سے انکار کی صورت میں یا رجسٹریشن کی معطلی یا منسوخی کے کسی حکم کے خلاف 30 دن کے اندر متعلقہ اتھارٹی کے پاس اپیل دائر کرے جو اس اپیل کی اطلاع ابتدائی رجسٹریشن آفسر کو کرے گا اور اپیل کا فیصلہ کرنے سے پہلے مذکورہ ابتدائی رجسٹریشن آفسر اور اپیل کنندہ کو اصالتاً یا وکالتاً سماعت کا موقع دے گا۔

پبلک ٹرانسپورٹ گاڑیوں کی رجسٹریشن کیلئے خصوصی لوازمات

دفعہ 37 کی رو سے رجسٹریشن اتھارٹی موٹر کیب (Taxi) کے علاوہ کسی بھی ٹرانسپورٹ گاڑی کو رجسٹر کرنے سے انکار کر سکتی ہے اگر رجسٹریشن کیلئے دی گئی درخواست کے ہمراہ شیڈول اول میں دیا ہوا فارم ایچ (H) منسلک نہ کیا گیا ہو جس پر گاڑی کے ساخت کنندہ (Maker) یا اسکی طرف سے مجاز اسمبل کرنے والے (Assembler) کے دستخط ثبت نہ ہوں۔ دفعہ 38 کی رو سے لازم ہے کہ رجسٹریشن آفسر ویسی گاڑیوں کی صورت میں رجسٹریشن کے کاغذات اور سرٹیفکیٹ میں خالی گاڑی کے وزن، لدائی سمیت وزن، ٹائروں کی نوعیت، سائز، نمبر اور مسافروں کیلئے استعمال کی جانے والی گاڑیوں کی صورت میں مسافروں کی تعداد وغیرہ پر مشتمل تفصیلات درج کریں۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر-I
قانون و انصاف کمیشن
فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

جائیداد کے انتقال کا طریقہ کار

انتقال جائیداد کے سلسلے میں مروجہ قوانین، انتقال جائیداد مجریہ ۱۹۸۲ء (Transfer of Property Act 1882) اور قانون رجسٹریشن مجریہ ۱۹۰۸ء (The Registration Act 1908) بہت اہم ہیں، بلکہ تکمیل انتقال کا عمل مکمل ہی نہیں ہوتا جب تک انتقال سے متعلق دستاویزات زیر دفعہ 17 قانون رجسٹریشن مجریہ ۱۹۰۸ء رجسٹر نہیں ہو جاتیں۔ اس قانون کی رو سے سو روپیہ یا اس سے زیادہ مالیت کی غیر منقولہ جائیداد کی رجسٹری کرانا ضروری ہے بصورت دیگر عدالت منتقلی جائیداد کے ثبوت کیلئے اسے جائز شہادت تسلیم نہیں کرے گی۔

قانون انتقال جائیداد، جائیداد کی ایک فرد سے دوسرے فرد کو منتقلی کا طریقہ کار وضع کرتا ہے۔ اس کی رو سے ایک فرد اپنی جائیداد کسی دوسرے فرد کو منتقل کر سکتا ہے جس کے ساتھ تمام ملکیتی حقوق بھی اس دوسرے فرد کو منتقل ہو جاتے ہیں۔

جائیداد منتقل کرنے کے اہل افراد ہر وہ فرد، جو کسی جائیداد کا مالک یا مختار ہو، اس جائیداد کو مشروط یا غیر مشروط طور پر نافذ الوقت قانون کے تحت اپنے اختیار یا حق کی حد تک کسی دوسرے فرد کو منتقل کر سکتا ہے۔ قانون انتقال جائیداد کے تحت غیر منقولہ جائیداد کی مستقل منتقلی کے تین طریقے ہیں، یعنی فروخت، تبادلہ اور ہبہ۔

(ا) منتقلی جائیداد بذریعہ فروخت کسی جائیداو کی فروخت اس کے حق ملکیت کی خریدار کو معاوضہ کے بدلے منتقلی کا عمل ہے۔ ایسی منتقلی جائیداد بذریعہ رجسٹری شدہ دستاویز عمل میں لائی جاتی ہے۔ جائیداد کی فروخت ایک معاہدہ کے ذریعے عمل میں آتی ہے جو فریقین کے درمیان طے شدہ شرائط کے تحت طے پاتا ہے تاہم جہاں قانونی طور پر تحریر کی ضرورت نہ ہو یہ معاہدہ زبانی بھی عمل میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ فریقین قانونی طور پر معاہدہ کرنے کے اہل یعنی عاقل و بالغ ہوں اور جائیداد ماہیت اور نوعیت کے اعتبار سے قابل منتقلی ہو۔

جائیداد کی خرید و فروخت میں احتیاط جائیداد کی خرید و فروخت میں خریدار کی طرف سے تھوڑی سی سستی یا لاپروائی بعد ازاں اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے۔ قانون کے مطابق خریدار کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ کوئی بھی جائیداد خریدنے سے پہلے اس بات کی تسلی کر لے کہ جائیداد قابل فروخت ہے اور یہ کہ بیچنے والا قانونی طور پر اسے منتقل

کرنے کا اختیار رکھتا ہے۔ یہ احتیاط اس بات کی متقاضی ہے کہ خریدار جائیداد اوراس کے فروخت کرنے والے کے متعلق تمام دستاویزات کی جانچ پڑتال کرلے۔

جس جائیداد میں شریک مالکان کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو ایسی صورت میں کوئی مالک اپنے حصہ کی حد تک کی جائیداد کسی کو بھی قانوناً منتقل کرسکتا ہے۔ اس منتقلی کے ساتھ مشترکہ قبضہ بھی خریدار کو حاصل ہو جائے گا اور جن ذمہ داریوں کا منتقل کنندہ پابند تھا اسکا اطلاق خریدار پر بھی ہو جائے گا، البتہ اگر کوئی غیر تقسیم شدہ رہائشی مکان کسی ایسے شخص کو منتقل ہو جائے، جو اس خاندان کا فرد نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ شخص اس قانون کے تحت اس مشترکہ قبضہ سے کوئی استفادہ نہیں کر سکتا۔

اگر کوئی زیرِ مقدمہ جائیداد کسی فرد نے فروخت کر دی ہو تو ایسی صورت میں خریدار مقدمہ کی ڈگری یا آخری فیصلہ عدالت کا پابند ہوگا۔

فریقین معاہدہ کے حقوق وفرائض بائع پر لازم ہے کہ وہ جائیداد کی خامیوں کے بارے میں خریدار کو آگاہ کرے۔ اگر مالکانہ حقوق میں کوئی کمی ہو جسکا خریدار کو علم نہ ہو اور نہ ہی وہ تمام سوجھ بوجھ کے باوجود اسے معلوم کرو اسکا ہو تو اس کا بھی اظہار کرے، جائیداد کے بارے میں متعلقہ سوالات کا صحیح صحیح جواب دے، جائیداد کی حوالگی تک اس کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرے اور ان تمام دستاویزات کا بھی خیال رکھے جو اس کے قبضہ میں ہوں۔

بائع کے متعلق یہ تصور کیا جائے گا کہ اس نے جس جائیداد کی منتقلی کا معاہدہ کیا ہے وہ موجود ہے اور معاہدہ کا مفاد خریدار کو منتقل ہو جائے گا اور تمام رقم کی ادائیگی کے بعد خریدار کو جائیداد سے متعلق تمام دستاویزات جو کہ بائع کے قبضہ میں ہوں، دے دیگا۔ بائع جائیداد کا کرایہ اور منافع جائیداد کے خریدار کو منتقل ہونے تک اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔

جائیداد کی ملکیت خریدار کو منتقل ہونے کے بعد اسکا یہ حق ہوگا کہ وہ جائیداد سے حاصل ہونے والے تمام فوائد حاصل کرے بشرطیکہ اس نے غیر مناسب طور پر جائیداد کا قبضہ حاصل کرنے سے انکار نہ کیا ہو۔ ایسی صورت میں جائیداد پر اسکا استحقاق فروخت کنندہ یا اس کے تمام ورثاء کے خلاف ادا شدہ قیمت کی حد تک باقی رہے گا اور اگر خریدار مناسب طور پر کسی جائیداد کا قبضہ لینے سے انکار کر دے تو اس وقت وہ پیشگی ادا شدہ رقم کے علاوہ مقدمہ تعمیل مختص یا منسوخی معاہدہ کے سلسلہ میں اٹھنے والے اخراجات کو بھی وصول کرسکتا ہے۔

(۲) منتقلی جائیداد بذریعہ تبادلہ منتقلی جائیداد کی دوسری صورت تبادلہ ہے۔ اس میں ایک فریق اپنی جائیداد کے مالکانہ حقوق دوسرے فریق کے حوالے کر کے اس کے متبادل کوئی جائیداد اپنے نام منتقل کروالیتا ہے۔ عام

حالات میں غیر منقولہ جائیداد کے تبادلہ کی صورت میں زرنقد کی ادائیگی نہیں ہوتی تاہم ممکن ہے کہ جائیداد زیرتبادلہ کی مالیت میں کوئی تفاوت ہوتو اس تفاوت کی حد تک زرنقد کی کسی فریق کوادائیگی جائیداد کی حیثیت تبادلہ کومتاثر نہیں کرے گی۔ تبادلہ کی صورت میں تبادلہ دہندہ اور گریندہ کے وہی حقوق وذمہ داریاں ہوتی ہیں جو بیع کی صورت میں فروخت کنندہ اور خریدار کی ہوتی ہیں۔

تبادلہ کی صورت میں اگر ایک فریق اپنی ملکیتی جائیداد، جسکی ملکیت میں قانونی نقص ہو، دوسرے فریق کومنتقل کر دے اور بدلے میں صاف جائیداد حاصل کر لے تو جس فریق کونقصان پہنچا ہے وہ تبادلہ کومنسوخ بھی کرواسکتا ہے اور نقصان کی تلافی کا بھی حقدار ہے۔

(۳) منتقلی جائیداد بذریعہ ہبہ ہبہ کی صورت میں ایک فریق دوسرے فریق کواپنی جائیداد رضا کارانہ طور پرمنتقل کرتا ہے۔ ہبہ کرنے والے کوواہب اور جس کے حق میں ہبہ کیا جاتا ہے موھوب الیہ کہا جاتا ہے۔

ہبہ کی بنیادی شرائط ہبہ کی بنیادی شرائط تین ہیں

۱ ہبہ کرنے والاموہوب الیہ سے اپنی خواہش کا اظہار کرے۔

۲ موہوب الیہ واہب سے جائیداد موہوبہ لینے پر رضامند ہو۔

۳ جائیداد ہبہ شدہ کا قبضہ اعلانیہ طور پر موہوب الیہ کومنتقل کیا جائے تاہم اگر موہوب الیہ پہلے سے ہبہ شدہ جائیداد پر قابض ہوتو واہب کی کی طرف سے اس خواہش کا اظہار ہو کہ اس نے جائیداد ہبہ شدہ کا قبضہ موہوب الیہ کو بطور مالک دے دیا ہے۔

ایسی قبولیت لازمی طور پر ہبہ کرنے والے کی زندگی میں ہونی چاہئے اور منتقلی قبضہ کسی خاص عمل کے ذریعے وقوع پذیر ہونی چاہیے جو کہ منتقلی قبضہ کے اعلان کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفسر II قانون وانصاف کمیشن،

فون نمبر 051-9209412، فیکس نمبر 051-9214416

ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

بچوں سے متعلق فوجداری مقدمات کی سماعت کا طریقہ کار

جرم بہرحال جرم ہی ہوتا ہے چاہے وہ بالغ فرد سے سرزد ہو یا نابالغ فرد سے، البتہ نابالغ فرد سے جرم سرزد ہو جانے کی صورت میں قانون میں اسکے لئے رعائت موجود ہے کیونکہ ایسے جرم میں کئی عوامل اثر انداز ہو سکتے ہیں، مثلاً ذہنی ناپختگی، گھریلو ناچاقی، اردگرد کا ناسازگار ماحول اور معاشی و معاشرتی برائیوں کے منفی اثرات وغیرہ۔ تعزیرات پاکستان کی دفعہ۸۲ کے تحت اگر ۷ سال سے کم عمر کے بچے سے کوئی جرم سرزد ہو جائے تو وہ جرم کے زمرے میں نہیں آتا۔ اسی طرح تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۸۳ کے تحت ۷ سال سے زائد اور ۱۲ سال سے کم عمر کے بچے سے سرزد ہونے والا کوئی جرم، جرم کے زمرے میں تب شمار ہوگا جب عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ جرم کرتے وقت وہ ذہنی طور پر اتنا بالغ النظر تھا کہ اس فعل کے مابعد اثرات کا بخوبی اندازہ لگا سکتا تھا۔

پاکستان میں کم سن مجرموں سے متعلق حال ہی میں ایک قانون "جیونائل جسٹس سسٹم" (Juvenile Justice System) یکم جولائی ۲۰۰۰ء سے نافذ کیا گیا ہے۔ اس قانون کے تحت فوجداری مقدمات میں ملوث ۱۸ سال سے کم عمر کے بچوں کے مقدمات کیلئے خاص طریقہ انصاف فراہم کیا گیا ہے جو حسب ذیل ہے:-

بچے کی گرفتاری اور ضمانت پر رہائی

(۱) اگر کسی جرم میں بچے کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہو تو مذکورہ قانون کی دفعہ ۱۰ کی رو سے انچارج تھانہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ:-

(الف) بچے کے والدین یا اس کے کسی قریبی رشتہ دار کو بچے کی حراست میں لئے جانے کے وقت اور تاریخ سے آگاہ کرے اور ساتھ ہی انہیں مجاز عدالت کا نام و پتہ بھی بتائے جہاں بچے کو پیش کیا جائے گا۔

(ب) متعلقہ اصلاحی افسر (Probation Officer) کو بھی اطلاع دے تاکہ وہ بچے کی تعلیمی استعداد اور اس کے کردار کے بارے میں معلومات حاصل کر کے اپنی رپورٹ عدالت میں پیش کرے۔ البتہ بچے سے متعلق معلومات صیغہ راز میں رہیں گی جو کہ صرف بچے کے والدین یا رشتہ دار کو فراہم کی جا سکتی ہیں۔

(۲) جرم ناقابل ضمانت ہونے کی صورت میں متعلقہ تھانہ کا انچارج ۲۴ گھنٹوں کے اندر بچے کو متعلقہ عدالت میں پیش کریگا۔

(۳) جرم قابل ضمانت ہونے کی صورت میں عدالت بچے کو ذاتی مچلکہ پر (Personal Bond) یا بغیر مچلکہ (without personal bond) فوراً رہا کر دے گی۔ لیکن اگر عدالت کو اس بات کا احتمال ہو کہ بچہ رہا ہونے کے بعد

کسی غلط گروہ میں شامل ہو کر مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث ہوسکتا ہے تو اسے کسی موزوں آدمی یا اصلاحی افسر (Probation Officer) کے پاس یا بچوں سے متعلق کسی بھی ادارے میں بھجوا سکتی ہے البتہ اسے کسی صورت میں بھی جیل یا حوالات میں نہیں رکھا جائے گا۔

(۴) اگر ۱۵ سال سے کم عمر کا بچہ کسی ایسے جرم میں گرفتار ہو جسکی سزا ۱۰ سال سے کم ہے تو اس جرم کو قابل ضمانت سمجھا جائے گا۔

(۵) اگر بچہ کسی ناقابل ضمانت جرم میں گرفتار ہو اور عدالت کو اس بات کا اطمینان ہو کہ بچہ یا اسکا ولی مقدمہ میں تاخیر کا قصوروار نہیں ہے تو:-

(الف) ایسے جرم میں، جسکی مقررہ سزا موت ہے، اگر ایک سال تک مقدمہ کا فیصلہ نہ ہو تو عدالت اسے ضمانت پر رہا کرے گی۔

(ب) ایسے جرم میں جس کی مقررہ سزا عمر قید ہے، عدالت اسے ۶ ماہ بعد ضمانت پر رہا کر لے گی۔

(ج) ایسے جرم میں جس کی سزا عمر قید سے کم ہے، عدالت اسے ۴ ماہ بعد رہا کرے گی۔

تاہم اگر بچہ کسی سنگین، بے رحمانہ یا سنسنی خیز جرم میں ملوث ہو یا کسی ایسے جرم میں سابقہ سزا یافتہ ہو جسکی سزا موت یا عمر قید ہے تو عدالت اسکو ضمانت پر رہا نہیں کرے گی۔

عدالتی کاروائی

اس قانون کی دفعہ ۶ کے تحت ایسے کسی کمسن مجرم کا مقدمہ صرف ان عدالتوں میں چلایا جاسکتا ہے جو اس قانون کے تحت عدالت عالیہ (High Court) نے مقرر کئے ہوں اور ایسے مقدمات کی کاروائی ۴ ماہ میں مکمل کی جائے گی۔

(۱) ان عدالتوں میں زیر سماعت مقدمات کی پیروی کیلئے ملزم بچہ حکومت کے خرچ پر ایک قانونی مشیر یا وکیل مقرر کروانے کا حقدار ہوگا۔

(۲) عمومی طور پر جس روز مقدمہ شہادت کیلئے مقرر ہوگا اس روز عدالت کسی اور مقدمہ کی سماعت نہیں کرے گی اور دورانِ مقدمہ بچے کے لواحقین، عدالت کے عملے اور اس افسر کے سوا جس کا کاروائی سے براہِ راست تعلق ہو بشمول متعلقہ پولیس افسران، کوئی اور شخص کمرہ عدالت میں موجود نہیں ہوگا۔

(۳) بچے کے مفاد کے پیش نظر عدالت کسی کو بھی کمرہ عدالت سے باہر جانے کا حکم صادر کر سکتی ہے۔

(۴) اگر مقدمہ کی سماعت کے دوران عدالت یہ سمجھے کہ بچے کی حاضری یا موجودگی عدالت میں ضروری نہیں ہے تو وہ اس کو ذاتی حاضری سے مستثنیٰ بھی قرار دے سکتی ہے۔ اسی طرح اگر عدالت یہ سمجھے کہ بچہ کسی ذہنی یا جسمانی عارضہ میں مبتلا ہے تو وہ اسے حکومت کے خرچ پر علاج معالجہ کے لئے ہسپتال بھجوائے گی۔

(۵) بچے کے مفاد کے پیشِ نظر عدالت کی اجازت کے بغیر ایسے مقدمات کی کاروائی جس میں بچے کا نام، پتہ، سکول یا کسی کی شناخت پر مشتمل دیگر معلومات موجود ہوں، کسی اخبار یا رسالے میں شائع نہیں کی جا سکتی۔

مقدمہ کی کاروائی کے اختتام پر اگر عدالت اس نتیجہ پر پہنچے کہ بچے سے جرم سرزد ہوا ہے تو عدالت اس کو سزا نہیں دے گی بلکہ:۔

(الف) اس کو اس کے والدین، رشتہ دار یا کسی اور مناسب آدمی کی ضمانت پر یا بغیر ضمانت کے سزا کی مدت تک کیلئے پروبیشن (Probation) پر رہا کر دے گی، جسے عدالت کی طلبی پر وقتاً فوقتاً مقررہ وقت پر عدالت میں پیش کیا جائے گا۔

(ب) جرم کی نوعیت کے مطابق اگر عدالت مناسب سمجھے تو اسے ۱۸ سال کی عمر تک کیلئے بروسٹل انسٹی ٹیوشن (Brostal Institution) بھیج سکتی ہے۔

(ج) اگر عدالت مطمئن ہو کہ بچے کو مزید پروبیشن میں رکھنا غیر ضروری ہے تو وہ اس کی سزا میں تخفیف کر کے اس کی پروبیشن Probation ختم کر سکتی ہے۔

اس قانون کے تحت مندرجہ ذیل سزائیں بچوں کو نہیں دی جا سکتیں:

(۱) موت کی سزا

(۲) قید بامشقت یا دیگر جسمانی سزا

(۳) ہتھکڑیاں یا پاؤں میں بیڑیاں لگانا لیکن اگر اسکے بھاگ جانے کا خطرہ ہو تو ہتھکڑی لگائی جا سکتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے مندرجہ ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے:۔

ریسرچ افسر II
قانون و انصاف کمیشن
سپریم کورٹ بلڈنگ، اسلام آباد
فون نمبر: 051-9220483
051-9209412
E-mail: ljcp@ljcp.gov.pk

محکمانہ کاروائی سے متاثرہ سرکاری ملازمین کیلئے دادرسی کا طریقہ کار

سرکاری ملازم اپنے فرائض منصبی کے پیش نظر حکومت کی مشینری کا ایک اہم جزو ہوتا ہے کیونکہ وہ حکومت اور ریاست کا نمائندہ سمجھا جاتا ہے۔ سول ملازمین ایکٹ 1973 (Civil Servants Act, 1973) کے تحت اسکی ملازمت، سینیارٹی (Seniority) ،ترقی، ریٹائرمنٹ اور پینشن وغیرہ کو قانونی تحفظ حاصل ہے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی پوری دل جمعی واستعداد کے ساتھ ادا کر سکے۔ کسی سرکاری ملازم کو جہاں ایک طرف قانونی تحفظات حاصل ہیں وہاں اس پر کچھ ذمہ داریاں بھی عائد کی گئی ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا اس کے لئے ضروری ہے۔ اگر کوئی سرکاری ملازم اپنی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتا یا ان پر پورا نہیں اترتا یا ان سے ایسا فعل سرزد ہوتا ہے جو کہ سول ملازمین ایکٹ کے تحت بنے ہوئے قواعد وضوابط کے خلاف ہے تو قانون کے تحت اس کے خلاف تادیبی کاروائی کی جا سکتی ہے۔ یہ تادیبی کاروائی سرکاری ملازمین (اہلیت اور نظم و نسق) قواعد ۱۹۷۳ء (Government Servants Efficiency & Decipline Rules) کے تحت عمل میں لائی جاتی ہے جس کے تحت اسے درج ذیل سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

1- معمولی سزائیں (Minor Penalties)

(i) اظہار ناراضگی (Censure)

(ii) ایک خاص مدت کیلئے ترقی (Promotion) یا تنخواہ میں سالانہ اضافہ (Annual Increment) روک لینا۔

(iii) اس کی غفلت یا حکم عدولی کی بنا پر حکومت کو پہنچنے والے تمام مالی نقصان یا اسکے حصہ کی بازیابی۔

2- بڑی سزائیں (Major Penalties)

(i) کسی نچلے گریڈ پر یا تنخواہ کے نچلے سکیل پر تنزلی (Reduction in Lower Rank)

(ii) جبری ریٹائرمنٹ (Compulsory Retirement)

(iii) ملازمت سے برطرفی (Removal from Service)

(iv) ملازمت سے برخواستگی (Dismissal from Service)

مندرجہ بالا کسی بھی سزا کے خلاف سرکاری ملازم کو محکمانہ اپیل کا حق حاصل ہے جو کہ ایسے حکم کی وصولی کے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی کو کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح کسی سرکاری ملازم کی شرائط ملازمت مثلاً سینیارٹی، ترقی، تنخواہ،

مراعات، تبادلہ، ریٹائرمنٹ یا پینشن وغیرہ پر کسی محکمانہ حکم سے زد پڑی ہو تو ایسے متاثرہ سرکاری ملازم کو اسکے خلاف محکمانہ چارہ جوئی کا حق بصورت اپیل یا عذرداری (appeal or representation) حاصل ہے جو کہ ایسے حکم کے موصول ہونے کے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی کو کی جا سکتی ہے۔

سرکاری ملازمین (اہلیت اور نظم و نسق) قواعد ۱۹۷۳ء کے تحت سرکاری ملازم کے خلاف انکوائری کا طریقہ کار بھی وضع کیا گیا ہے جس کے تحت کاروائی مکمل ہو جانے کے بعد انکوائری افسر ایسی تحقیقات (findings) پر مبنی رپورٹ افسر مجاز کو اپنی رائے قائم کرنے کیلئے پیش کرے گا۔ دوران انکوائری اگر کسی ملازم کو معطل کرنا ضروری سمجھا جائے تو مندرجہ ذیل وجوہات کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

۱۔ بادی النظر میں مجوزہ کاروائی کی کامیابی کے قوی امکانات ہوں۔

۲۔ جرم کی نوعیت اس قدر سنگین ہو کہ سبکدوشی کے امکانات واضح ہوں اور اگر ایسی صورت میں ملازم کو سروس پر بحال رکھا جائے تو وہ اپنے خلاف انکوائری پر اثر انداز ہو سکتا ہو۔

۳۔ معطلی کے عمل کیلئے قوی وجوہات موجود ہوں۔

اگر ضروری سمجھا جائے تو اس ملازم کو معطل کرنے کے بجائے جبری رخصت پر بھیجا جا سکتا ہے البتہ جبری رخصت یا معطلی کا دورانیہ ایک وقت میں 3 ماہ سے زیادہ نہ ہوگا۔ معقول وجوہ کی بناء پر اس دورانیہ میں توسیع ضروری ہو تو افسر مجاز کی پیشگی اجازت سے مزید 3 ماہ کیلئے اس میں توسیع ممکن ہے۔ ایک سرکاری ملازم دوران معطلی پوری تنخواہ کا حقدار ہوتا ہے۔

اپیل

کوئی بھی سرکاری ملازم جسے قواعد کے تحت سزا دی گئی ہو، حکم سزا کی وصولی کی تاریخ سے 30 یوم کے اندر مجاز بالا اتھارٹی (next higher authority) کو اپیل کر سکتا ہے جو کہ سزا دینے والی اتھارٹی کے ذریعہ ہوگی۔
اپیل اتھارٹی اگر مناسب سمجھے تو اپیل پر مندرجہ ذیل احکام جاری کر سکتی ہے۔

(الف)۔ انکوائری کے نتائج کو مسترد کر کے ملازم کو بری کر سکتی ہے۔

(ب)۔ مزید تحقیقات یا از سر نو تحقیقات کی ہدایت کر سکتی ہے۔

(ج)۔ نتائج تحقیقات کو بدل کر یا بدلے بغیر سزا میں تخفیف کر سکتی ہے۔ البتہ اگر سزا میں اضافہ تجویز کیا گیا ہو تو تحریری حکم کے ذریعہ سرکاری ملازم کو اس سے مطلع کرے گی اور اس کو اظہار وجوہ کا مناسب موقع فراہم کرے گی۔

نظر ثانی (Review)

اگر سزا کا ابتدائی حکم ایسی اتھارٹی نے صادر کیا ہو جس کے اوپر کوئی بالا اتھارٹی نہ ہو تو اس صورت میں اپیل کی بجائے اسی اتھارٹی کے پاس نظر ثانی (Review) کی درخواست دائر کی جاسکتی ہے۔

غیر قانونی حرکت کا ارتکاب (Misconduct)

کسی بھی سرکاری ملازم کے جو افعال غیر قانونی حرکت (Misconduct) کے زمرے میں آتے ہیں، ان میں کسی سیاسی تحریک میں حصہ لینا، سرکاری دستاویزات کے مندرجات کو بلا جواز افشاں کرنا، اپنے وسائل سے بڑھ کر طرز زندگی اختیار کرنا، حکومت کی طرف سے الاٹ کردہ رہائشی مکان کو کرائے پر دینا، شادی بیاہ پر اپنے وسائل سے بڑھ کر خرچ کرنا، بغیر اجازت نجی ملازمت یا تجارت کرنا، حکومت کی پیشگی منظوری کے بغیر کوئی تحفہ وصول کرنا، اپنے اعزاز میں جلسہ عام کروانا، چندہ طلب کرنا، اخبارات یا رسالہ نکالنا، حکومت کیلئے باعث پریشانی معلومات کی اشاعت، اقربا پروری، پاسداری اور انتقامی کاروائی کرنا اور ذاتی اغراض کیلئے غیر ملکی امداد لینا وغیرہ شامل ہیں۔ قواعد کے تحت کسی سرکاری ملازم کو اس وقت تک (Misconduct) کی سزا نہیں دی جاسکتی جب تک کہ اس کے خلاف الزامات بذریعہ انکوائری ثابت نہ ہو جائیں۔ اس تمام کاروائی میں جواب طلبی اور اظہار وجوہ کا نوٹس دینا ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اسے ذاتی سماعت کا موقع بھی دیا جاتا ہے ماسوائے اس کے کہ مجاز آفسر تحفظ پاکستان کے پیش نظر ضروری سمجھے کہ ایسا موقع دینا ضروری نہیں ہے۔

قواعد کے تحت سرکاری ملازمین کے گریڈ کے لحاظ سے درج ذیل افراد کو اتھارٹی و آفسر مجاز مقرر کیا گیا ہے۔

	سرکاری ملازم	اتھارٹی	افسر مجاز
1۔	گریڈ 20 اور اس سے اوپر	چیف ایگزیکٹو	صوبوں کے چیف سیکرٹری
2۔	گریڈ 17 تا 19	سیکرٹری	ایسا افسر جس کو اتھارٹی نامزد کرے
3۔	گریڈ 16 (سپرینٹنڈنٹ یا انکے مساوی)	سیکرٹری	ایڈیشنل سیکرٹری یا جوائنٹ سیکرٹری
4۔	گریڈ 3 تا 15 (جونیر اور سینئر کلرک، اسسٹنٹ، سٹینوگرافر یا ان کے مساوی)	سیکرٹری	جوائنٹ سیکرٹری
5۔	گریڈ 1 تا 2 (قاصد، نائب قاصد یا ان کے مساوی)	ڈپٹی سیکرٹری	سیکشن آفسر

سروس ٹریبونل کے روبرو اپیل

اگر محکمانہ اتھارٹی 90 یوم کے اندر کسی اپیل، عذرداری یا نظر ثانی کا فیصلہ نہ کرے تو اس سے 30 یوم کے اندر ابتدائی حکم کے خلاف، اور اگر محکمانہ اپیل یا عذرداری کا فیصلہ ہو گیا ہو تو اس فیصلہ کے موصول ہونے کے 30 یوم کے اندر سروس ٹریبونل میں اپیل دائر کی جاسکتی ہے البتہ متعلقہ اتھارٹی کے کسی ایسے حکم یا فیصلے کے خلاف جس میں کسی شخص کی کسی خاص اسامی پر تقرری یا کسی بالاتر گریڈ میں ترقی کے بارے میں اس شخص کی موزونیت یا ناموزونیت (Fitness or otherwise) کا تعین کیا گیا ہو، کوئی اپیل دائر نہیں کی جاسکے گی۔ ایسی صورت میں محکمانہ اپیل تو کی جاسکتی ہے تاہم سروس ٹریبونل میں کوئی اپیل دائر نہیں کی جاسکتی۔ ایک سرکاری ملازم اپنی اپیل رجسٹرار سروس ٹریبونل کو مقررہ اوقات میں اصالتاً یا وکالتاً پیش کر سکتا ہے اور بذریعہ رجسٹری بھی ارسال کر سکتا ہے۔ اپیل کو اختصار کے ساتھ لکھا جائے اور اس میں ہر فریق کا پورا نام، سرکاری عہدہ اور تعیناتی کا مقام درج کیا جائے اور ساتھ مطلوبہ دادرسی واضح طور پر بیان کی جائے۔ اپیل کے ساتھ درج ذیل دستاویزات منسلک کرنا ضروری ہیں۔

(1)۔ اتھارٹی کے حکم کی نقل خواہ اپیل ابتدائی فیصلہ کے خلاف ہو یا اپیل کے فیصلہ کے نتیجے میں ہو۔

(2)۔ ان قواعد، احکامات اور دوسری دستاویزات کی نقول جو وہ اپنی اپیل کی تائید میں پیش کرنا چاہتا ہے۔

(3)۔ اپیل پر ہر اپیل کنندہ کے دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہونا چاہیئے۔

(4)۔ اپیل کی تین نقول اپیل کے ساتھ منسلک کی جائینگی اور اسکے علاوہ مسؤل الیہان کی تعداد کے مطابق مزید نقول بھی منسلک کی جائینگی۔

(5)۔ ضروری کاروائی کے بعد اپیل بغرض ابتدائی سماعت ٹریبونل کے روبرو پیش ہوگی۔

(6)۔ سماعت کیلئے اپیل کی منظوری کے بعد اپیل کنندہ کو مبلغ ایک سو روپے بطور زرضمانت اور خرچہ برائے نوٹس مسئول الیہان سات یوم کے اندر جمع کرانا ہوں گے۔ اپیل دائر کرتے وقت کوئی کورٹ فیس نہیں لگانی پڑتی۔ صوبائی سول ملازمین کیلئے بھی صوبائی قوانین کے تحت تقریباً یہی طریقہ کار رائج ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفسر-II

قانون و انصاف کمیشن

فون نمبر: 051-9209412 , 9220483

فیکس نمبر: 051-9214416

ای میل: ljcp@ljcp.gov.pk

متوفی کی جائیداد میں عورت کا حصہ

اسلام نے اپنے قانون میراث کے ذریعے متوفی کے ترکے میں اسکے ورثاء کے حصوں کا تعین کر کے دولت کی منصفانہ تقسیم، تنازعات کی روک تھام اور خاندانی تعلقات کی استواری کا پورا پورا اہتمام کیا ہے۔ وراثت کے اصول وضوابط قرآن نے خود متعین کیئے ہیں جنکی رو سے کسی مرد یا عورت کی وفات کے بعد اسکا متروکہ مال، خواہ وہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، اسکے والدین، اولاد اور اسکی بیوی یا شوہر کے درمیان ایک مقررہ نسبت کے ساتھ تقسیم کیا جاتا ہے اور اگر والدین اور اولاد نہ ھوں تو اس کے حقیقی، علاتی یعنی باپ شریک (consanguine) اور اخیافی یعنی ماں شریک (uterine) بھائی بہنوں کو حصہ دیا جاتا ہے۔

ورثاء کی قسمیں

سنی قانون کے مطابق ورثاء کی تین قسمیں ہیں (۱) ذوی الفروض جنکے حصے مقرر ہیں۔ (۲) عصبات جو باقی ماندہ ترکے کے حقدار بنتے ہیں اور (۳) ذوی الارحام جو ذوی الفروض اور عصبات کی غیر موجودگی میں وراثت میں حصہ پاتے ہیں۔

سنی قانون وراثت کے برعکس شیعہ قانون میں عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار یعنی ذوی الارحام اور بغیر عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار یعنی عصبات میں کوئی فرق روا نہیں رکھا گیا ہے اس وجہ سے انکے ہاں ذوی الارحام ورثاء کی الگ کوئی قسم موجود نہیں ہے۔ شیعہ قانون میں نسبی رشتہ داروں کی درجہ بندی اس طرح کی گئی ہے کہ پہلے گروپ میں متوفی کے والدین اور اولاد کو، دوسرے گروپ میں ہر طرح کے دادوں، نانوں، دادیوں، نانیوں اور بھائی بہنوں اور انکی اولاد کو اور تیسرے گروپ میں چچاؤں، ماموؤں، پھوپھیوں، خالاؤں اور انکی اولاد کو شامل کیا گیا ہے اور وراثت کی تقسیم اسطرح کی گئی ہے کہ پہلے گروپ کے ورثاء میں سے ایک بھی وارث موجود ھو تو دوسرے یا تیسرے گروپ کے ورثاء محروم ہو جاتے ہیں۔ اسطرح تیسرے گروپ کے ورثاء کو تب حصہ مل سکتا ہے جب پہلے یا دوسرے گروپ کے ورثاء میں سے کوئی وارث موجود نہ ہو اور یہ کہ میاں بیوی، جو کسی صورت میں ایک دوسرے کی وراثت سے محروم نہیں ہوتے، مزکورہ تینوں گروپوں کے نسبی رشتہ داروں کے ساتھ درجہ بدرجہ اپنے مقررہ حصے کے حقدار ہوتے ہیں۔ اسطرح شیعہ قانون میں سارے ورثاء کو دو قسموں میں تقسیم کیا گیا ہے یعنی (۱) ذوی الفروض جنکے حصے مقرر ہیں اور (۲) عصبات جو باقی ماندہ ترکے کے حقدار بنتے ہیں اور چونکہ شیعہ حضرات وراثت میں نیابت کے اُصول کے بھی قائل ہیں اسلئے وراثت کھلنے سے پہلے

فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کو اسی حصے کا حقدار قرار دیا گیا ہے جو زندہ ہونے کی صورت میں ان کو ملتا۔ مزید وضاحت کیلئے ورثاء کی مذکورہ تین اقسام کا کچھ تفصیل سے ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) ذوی الفروض

سنی قانون کے مطابق جن ورثاء کے حصے قرآن، سنت یا اجماع امت سے ثابت ہیں انھیں ذوی الفروض کہتے ہیں۔ انکی کل تعداد تیرہ (۱۳) ہے جن میں سے حسب ذیل نو (۹) عورتیں ہیں۔ یعنی بیوی، بیٹی، پوتی، ماں، دادی، نانی حقیقی بہن، علاتی بہن اور اخیافی بہن، جن میں سے دادی، نانی اور پوتی شیعہ قانون کے مطابق ذوی الفروض میں نہیں بلکہ عصبات میں شامل ہیں۔ ترکہ میں سے سب سے پہلے ذوی الفروض کے حصے نکالے جاتے ہیں اور اگر انکے حصے نکالنے کے بعد کچھ مال و جائیداد بچ جائے اور عصبات میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو تو اسے بھی میاں بیوی کے علاوہ باقی ذوی الفروض کو انکے مقررہ حصوں کے تناسب سے لوٹایا جائے گا۔

(۲) عصبات

سنی قانون وراثت کے مطابق عصبات متوفی کے وہ نسبی رشتہ دار ہوتے ہیں جنکے ساتھ اسکا رشتہ کسی عورت کے واسطے سے نہ ہو۔ عصبات ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں یا انکے حصے نکالنے کے بعد باقی ماندہ ترکے کے حقدار بنتے ہیں اور اگر ذوی الفروض کے حصے نکالنے کے بعد کچھ نہ بچے تو محروم رہ جاتے ہیں۔ عصبات سارے مرد ہی ہوتے ہیں البتہ بعض صورتوں میں بعض ذوی الفروض عورتیں بھی بعض دوسرے ورثاء کے ساتھ یا انکی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ مثلاً حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں، بیٹیاں اور پوتیاں اپنے درجے کے بھائیوں، بیٹوں اور پوتوں کے ساتھ عصبہ بن کر ایک نسبت دو کے تناسب سے حصہ پانے کی حقدار بن جاتی ہیں۔ اسی طرح حقیقی یا علاتی بہنیں دوسرے عصبات کی غیر موجودگی میں ذوی الفروض بیٹیوں اور پوتیوں کی وجہ سے بھی عصبہ بن کر باقی ماندہ ترکے کی حقدار بن جاتی ہیں۔ شیعہ قانون کی رو سے ذوی الفروض کے علاوہ باقی سارے ورثاء عصبات میں شامل ہیں انکے نزدیک بھی حقیقی بہنیں، علاتی بہنیں اور بیٹیاں بعض خاص حالات میں عصبہ بن جاتی ہیں۔

(۳) ذوی الارحام

سنی قانون کے مطابق ذوی الارحام میں وہ ورثاء شامل ہیں جنکا رشتہ متوفی کے ساتھ کسی عورت کے واسطے سے ہو مثلاً بیٹی کی اولاد اور ماں کے ماں باپ یعنی نانا نانی وغیرہ۔ ذوی الارحام تب وراثت کے حقدار بنتے ہیں جب ذوی

الفروض اور عصبات میں سے کوئی بھی وارث موجود نہ ہو جو شاذ و نادر ہی ہوتا ہے۔ ذوی الارحام کے زمرے میں جو خواتین وراثت کی حقدار بنتی ہیں۔ ان میں پہلے درجے میں نواسیاں اور پوتیوں کی بیٹیاں دوسرے درجے میں دادی فاسدہ اور نانی فاسدہ یعنی جنکا رشتہ متوفی کے ساتھ عورت کے واسطے سے ہو، تیسرے درجے میں بہنوں کی بیٹیاں اور چوتھے درجے میں خالائیں شامل ہیں جن میں سے پہلے درجے کی خواتین دوسرے درجے کی خواتین کو دوسرے درجے کی خواتین تیسرے درجے کی خواتین کو اور تیسرے درجے کی خواتین چوتھے درجے کی خواتین کو محروم کر دیتی ہیں۔ اور یہ کہ مزکورہ مختلف درجوں کی خواتین اپنے درجے کے مردوں کے ساتھ ایک نسبت دو کے تناسب سے وراثت کی حقدار ہوتی ہیں۔ چونکہ حنفی قانون کے مطابق ذوی الارحام کو وراثت میں حصہ ملنے کے مواقع نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ اور شیعہ قانون میں ذوی الارحام کی الگ کوئی قسم موجود نہیں ہے کیونکہ انکے نزدیک عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار اور بغیر عورت کے واسطے کے نسبی رشتہ دار اپنے اپنے درجے میں ایک ساتھ بطور عصبہ وراثت کے حقدار ہیں اسلئے اس اجمالی ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے ذوی الفروض اور عصبات کی حیثیت سے وراثت پانے والی خواتین کے حصوں کا الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔

سنی اور شیعہ قانون وراثت کے مطابق عورتوں کا حصہ

جو خواتین متفقہ طور پر ذوی الفروض میں شامل ہیں انکے حصوں میں سنی اور شیعہ قانون میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ ان کا تعین قرآن نے خود کر دیا ہے البتہ دادی، نانی اور پوتی کے حصوں میں اختلاف ہے اس لیے کہ یہ تینوں خواتین سنی قانون کی رو سے ذوی الفروض میں جب کہ شیعہ قانون کی رو سے عصبات میں شامل ہیں۔ وراثت کی مستحق خواتین کے حصے مختلف حالات میں حسب ذیل ہیں۔

(i) بیوی کا حصہ

میاں بیوی کسی حالت میں ایک دوسرے کی وراثت سے محروم نہیں ہوتے

بیوی کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:

(۱) اگر اولاد نہ ہو تو بیوی کو شوہر کے ترکے میں ایک چوتھائی (1/4) حصہ ملے گا جو ایک سے زیادہ بیویاں ہونے کی صورت میں سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(۲) اگر شوہر نے اولاد چھوڑی ہو خواہ وہ اسی بیوی یا بیویوں کے بطن سے ہو یا کسی اور بیوی یا بیویوں کے بطن سے تو اس صورت میں اس کو یا ان کو آٹھواں (1/8) حصہ ملے گا۔

(ii) بیٹی کا حصہ

بیٹی بھی کسی حالت میں وراثت سے محروم نہیں ھوتی ۔ اسکے حصے مختلف صورتوں میں حسب ذیل ہیں :۔

ذوی الفروض کی حیثیت سے ایک بیٹی کو آدھا (1/2) حصہ اور دو یا زیادہ بیٹیوں کو دو تہائی (2/3) حصہ ملے گا۔

عصبہ کی حیثیت سے اگر بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ھوتو بیٹی عصبہ بن کر ذوی الفروض سے بچ جانے والے ترکے میں ایک نسبت دو کے تناسب سے حصہ پانے کی حقدار ھوگی۔

(iii) پوتی کا حصہ

متوفی کا بیٹا بیٹی موجود نہ ہونے کی صورت میں پوتی اور پوتی نہ ھونے کی صورت میں پڑپوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو بیٹی کی قائم مقام ہو جاتی ہے .اور اس صورت میں مختلف حالات میں وہ انہی حصوں کی حقدار قرار پاتی ہے جو بیٹی کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں .البتہ اگر پوتی کے ساتھ بیٹی بھی موجود ہوتو اس صورت میں پوتی کو چھٹا (1/6) حصہ ملے گا۔ ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو سب چھٹے حصے میں شریک ہونگی .تاھم اگر ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں یا بیٹی کے ساتھ بیٹا بھی موجود ہو یا پوتی کے ساتھ پوتا بھی موجود ہوتو پوتی وراثت سے محروم ہو جائے گی۔ شیعہ قانون میں اولاد ماں باپ کی قائم مقام قرار دیئے جانے کی وجہ سے دادا، دادی یا نانا، نانی کی جائیداد میں اسی حصے کی حقدار قرار پاتی ہے جو ان کی ماں یا باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔ اس لحاظ سے پوتی باپ کی قائم مقام ہونے کی وجہ سے بطور عصبہ ایک ہونے کی صورت میں باپ کے پورے حصے کی اور اگر ساتھ پوتا بھی ہوتو ایک نسبت دو کے تناسب سے اپنے حصے کی حقدار ہوگی۔ ایک سے زیادہ پوتیاں ہوں تو باپ کا حصہ ان میں برابر تقسیم کیا جائے گا۔

(iv) ماں کا حصہ

ماں بھی کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کبھی وراثت سے محروم نہیں ہوتی .اس کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:

(ا) متوفی کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی موجود ہونے کی صورت میں اور اسی طرح کم از کم دو بھائی بہن موجود ہونے کی صورت میں خواہ وہ حقیقی ہوں یا اخیافی یا علاتی اور خواہ صرف بھائی ہوں یا بہنیں، ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

(۴) اولاد یا بہن بھائی موجود نہ ہونے کی صورت میں ماں کو متوفی کی جائیداد میں ایک تہائی 1/3 حصہ ملے گ۔ اسی طرح اگر متوفی کی بیوی اور ماں باپ دونوں موجود ہوں تو بھی بیوی کا مقررہ حصہ نکالنے کے بعد باقی ماندہ ترکے کا ایک تہائی (1/3) ماں کو ملے گا۔

(v) دادی اور نانی کا حصہ

سنی قانون وراثت میں دادی اور نانی دونوں کی میراث کے حالات یکساں اور حصے برابر ہیں اس لئے دونوں کے حصوں کا ایک ہی ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ دادی کا اطلاق باپ کی ماں کے علاوہ دادا کی ماں اور دادی کی ماں پر بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح نانی کا اطلاق ماں کی ماں کے علاوہ ماں کی نانی پر بھی ہوتا ہے۔ دادی اور نانی کیلئے میراث میں چھٹا حصہ مقرر ہے۔ ایک پشت کی دادیاں اگر ایک سے زاید ہوں تو سب چھٹے حصے میں شریک ہونگی۔ اسی طرح اگر نانی یا نانیاں بھی اسی پشت کی موجود ہوں تو وہ بھی دادیوں کے ساتھ اسی چھٹے حصے میں شریک ہونگی تاہم اگر متوفی کی ماں یا باپ یا قریب درجے کی دادی نانی یا دادا موجود ہو تو دادی میراث سے محروم ہو جاتی ہے، البتہ نانی صرف ماں یا قریب درجے کی دادی یا نانی کی موجودگی میں میراث سے محروم ہوتی ہے۔ شیعہ قانون کے مطابق ہر طرح کی دادیاں اور نانیاں عصبات میں شامل ہیں اور دوسرے درجے کے ورثاء میں شامل ہونے کی وجہ سے تب وراثت کی حقدار بنتی ہیں جب پہلے درجے کے ورثاء یعنی والدین اور اولاد موجود نہ ہوں۔ دادے دادیاں اور نانے نانیاں دونوں موجود ہوں تو دادے دادیوں کو دو تہائی یعنی 2/3 اور نانے نانیوں کو ایک تہائی یعنی 1/3 حصہ ملے گا جو انکے درمیان ایک نسبت دو کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر متوفی کے بہن بھائی یا انکی اولاد بھی موجود ہو تو دادیوں اور نانیوں کو بہن کا درجہ دیکر حصہ دیا جاتا ہے۔

(vi) حقیقی بہن کا حصہ

حقیقی بہن کی وراثت کے حسب ذیل دو حالات ہیں:۔

ذوی الفروض کی حیثیت سے اگر متوفی کی بیٹی یا پوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو، موجود نہ ہو تو ایک حقیقی بہن کو ترکے کا آدھا یعنی 1/2 حصہ ملے گا اور اگر دو یا زیادہ حقیقی بہنیں ہوں تو سب دو تہائی یعنی 2/3 میں شریک ہونگی۔

عصبہ کی حیثیت سے اگر متوفی کی بیٹی بیٹیاں یا پوتی پوتیاں بھی موجود ہوں تو بہن یا بہنیں عصبہ بن کر مذکورہ ذوی الفروض بیٹیوں یا پوتیوں سے بچ جانے والے باقی ماندہ ترکے کی حقدار ہونگی اور اگر حقیقی بھائی بھی موجود ہو تو حقیقی بہنیں

اسکے ساتھ عصبہ بن کر ذوی الفروض سے بچ جانے والے ترکے میں ایک نسبت دو کے تناسب سے اپنے حصے کی حقدار ہونگی، البتہ اگر متوفی کا باپ، دادا یا بیٹا یا پوتا بھی موجود ہوتو بہنیں محروم ہو جائیں گی۔

(vii) علاتی بہن کا حصہ

اگر متوفی کی حقیقی بہن موجود نہ ہوتو علاتی یا باپ شریک بہن اسکی قائم مقام ہو جائے گی اور اس صورت میں اسکی میراث کے وہی حصے ہونگے جو حقیقی بہن کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ البتہ اگر ایک حقیقی بہن بھی موجود ہوتو ایک یا زیادہ علاتی بہنوں کو چھٹا (1/6) حصہ ملے گا۔ تاہم دو یا زیادہ حقیقی بہنیں یا بیٹا یا پوتا یا باپ دادا موجود ہونے کی صورت میں علاتی بہنیں وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر حقیقی بہن بھائی دونوں موجود ہوں تو بھی علاتی بہنیں وراثت سے محروم ہو جائیں گی۔

(viii) اخیافی بہن کا حصہ

اخیافی یا ماں شریک بہن وراثت کی حقدار تب بنتی ہے جب متوفی کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی خواہ کتنے نیچے درجے کی ہو موجود نہ ہو اور نہ باپ دادا میں سے کوئی موجود ہو۔ اسکی وراثت کے دو حالات ہیں۔ اگر ایک اخیافی بہن ہو اور ساتھ کوئی بھائی نہ ہوتو وہ چھٹے حصے (1/6) کی حقدار ہوگی، لیکن اگر دو یا زیادہ بہنیں ہوں یا ایک بہن ایک بھائی یا زیادہ بہن بھائی ہوں تو سب ایک تہائی حصے 1/3 میں برابر کے حصے دار ہونگے۔

یتیم پوتی اور یتیم نواسی کا حصہ

مسلم فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی دفعہ ۴ کے مطابق یتیم پوتوں، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کو دادا دادی یا نانا نانی کے ترکے میں وہی حصہ ملے گا جو انکی ماں یا باپ کو زندہ ہونے کی صورت میں ملتا۔ سنی قانون وراثت کے مطابق یتیم پوتوں، پوتیوں یا نواسوں، نواسیوں کے لیے دادا، دادی یا نانا، نانی کی میراث میں کوئی حصہ مقرر نہیں ہے۔ البتہ ایسے محروم الارث رشتہ داروں کیلئے متوفی کو وصیت کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ سنی علماء کی متفقہ رائے کے مطابق وراثت کا سوال مورث کی وفات کے بعد پیدا ہوتا ہے اور وراثت کے شرعی اصول کے مطابق متوفی کا ترکہ صرف انہی رشتہ داروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو اس کی وفات کے وقت زندہ موجود ہوں لہذا یتیم پوتوں، پوتیوں اور نواسوں، نواسیوں کو مذکورہ قانون کے مطابق حصہ دلانا شریعت کے احکام کی رو سے درست نہیں ہے۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی مقدمہ اللہ رکھا بنام فیڈریشن آف پاکستان (پی ایل جے ۲۰۰۰ ـ ۳۶) میں مذکورہ قانون کی دفعہ ۴ کو اسلامی احکامات کے منافی قرار دیا ہے اور ملکی

معاشرتی حالات کے پیش نظر ایسے یتیموں کے معاشی مسائل کے حل کیلئے لازمی وصیت کا حکم دیا ہے جو ترکے کی ایک تہائی اور متعلقہ یتیموں کے ممکنہ حصے سے زیادہ نہیں ہوگی۔ چونکہ وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ سپریم کورٹ میں زیر اپیل ہے لہذا مذکورہ فیصلے کو حتمی حیثیت حاصل نہیں ہے اور فیملی لاز آرڈیننس ۱۹۶۱ کی دفعہ ۴ اب تک رائج الوقت قانون کی حیثیت سے نافذ العمل ہے۔

خواتین کیلئے قانونی تحفظات.

وراثت کا قانون شخصی قانون کی حیثیت سے ہمارے ملک میں نافذ العمل ہے اسکے باوجود خواتین کو مختلف حیلوں بہانوں سے انکے حق وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے، جن میں زیادہ مروج طریقہ خصوصا دیہاتوں میں یہ ہے کہ خواتین، خصوصاً بہنوں سے ان کا حصہ میراث معاف کروا لیا جاتا ہے، جس پر انھیں معاشرتی روایات کے مطابق بھائیوں کی ناراضگی اور لوگوں کی طعن وتشنیع سے بچنے کیلئے عموما خاموش رہنا پڑتا ہے۔ انہی حالات کے پیش نظر سپریم کورٹ نے مقدمہ غلام علی بنام مسز غلام سرور نقوی (پی۔ایل۔ڈی ۱۹۹۰ سپریم کورٹ ۱) میں جائیداد بہنوں کے نام منتقل کرنے سے پہلے ان سے انکا حصہ میراث معاف کروانے کو غیر شرعی غیر قانونی اور غیر اخلاقی فعل قرار دیا ہے کیونکہ اس کے لئے انھیں عموما معاشرتی رواج کے تحت مجبور ہونا پڑتا ہے اور یہ کہ بہنوں کے نان ونفقے اور انکی شادی بیاہ کے اخراجات برداشت کرنے کی وجہ سے انھیں انکے حق میراث سے محروم نہیں کیا جا سکتا کیونکہ یہ والدین اور بھائیوں کی شرعی ذمہ داری میں آتا ہے جسکے لئے وہ کسی قسم کے معاوضے کے حقدار نہیں ہیں۔ موقر عدالت نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ یہ متعلقہ اداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ متوفی کی جائیداد اسکے تمام شرعی ورثاء کے نام منتقل کرنے کا بندوبست کریں۔ اسکے بعد کوئی اپنی جائیداد کسی کو فروخت یا ہبہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسانی حقوق اور خواتین کی حقوق کی تنظیمیں اور دیگر متعلقہ ادارے زیادہ موثر لائحہ عمل کے ذریعے خواتین میں اور خصوصاً دیہاتی خواتین میں انکے حقوق میراث سے متعلق آگاہی پیدا کریں جیسا کہ موقر عدالت نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے۔

مزید معلومات کے لئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر۔ا قانون وانصاف کمیشن، فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416 ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

نکاح نامہ کی اہمیت

نکاح ایک سماجی معاہدہ (civil contract) ہے جو فریقین کے درمیان ایجاب وقبول کے عمل سے مکمل ہو جاتا ہے۔ مسلم عائلی قوانین مجریہ۱۹۶۱ء کے تحت اسکی رجسٹریشن لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں نکاح نامہ ایک اہم قانونی دستاویز ہے جس کے ذریعے فریقین (میاں، بیوی) کے حقوق وفرائض کا تعین ہوتا ہے تاکہ بعد کی مشکلات اور قانونی پیچیدگیوں سے بچا جا سکے۔ نکاح نامہ کے سارے کالم انتہائی احتیاط سے پر کرنے کی ضرورت ہے لیکن المیہ یہ ہے کہ اس اہم دستاویز کو نکاح خواں صاحبان کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جاتا ہے جو اپنی آسانی یا کم فہمی کی بناء پر اسے ادھورا چھوڑ دیتے ہیں۔

چونکہ اکثر لوگ نکاح نامہ کی اہمیت سے واقف نہیں ہیں اس لئے ضروری ہے کہ ان کو نکاح نامہ کی اہمیت کا احساس دلایا جائے کیونکہ عورت کو قانون اور مذہب نے اپنے مستقبل کے بارے میں جن تحفظات کو یقینی بنانے کی اجازت دے رکھی ہے وہ نکاح نامہ کے مندرجات کی صحیح خانہ پری سے ہی ممکن ہے۔ نکاح فارم، جس کا نمونہ مفاد عامہ کیلئے آخر میں دیا جارہا ہے، نکاح رجسٹرار، کچہری یا کسی بھی سٹیشنری کی دکان سے بہ آسانی دستیاب ہے۔ فریقین کیلئے ضروری ہے کہ وہ نکاح کے انعقاد سے پہلے اس فارم کو پڑھ کر سمجھ لیں اور پھر باہمی رضامندی سے جملہ شرائط آپس میں طے کر کے نکاح خواں کو فراہم کردیں تاکہ وہ اس کے مطابق نکاح نامہ پر کرلے۔ دستخط ہونے کے بعد نکاح نامہ کی ایک ایک کاپی فریقین کو فراہم کی جائے گی۔ چونکہ بوقت نکاح یہ فریضہ خاندان کے بزرگ طے کرتے ہیں اس لئے ان کیلئے بھی ضروری ہے کہ وہ نکاح نامہ کے مندرجات سے پوری طرح باخبر ہوں اور اس میں درج تمام شرائط کو آپس میں شق وار طے کر کے اس کو مکمل کریں اور کوئی کالم خالی نہ چھوڑیں۔

نکاح نامہ کی بنیادی جزیات

(۱) عام معلومات (کالم 1 تا ۱۲)

ان کالموں میں دولہا دلہن کی عمر، ضلع، ولدیت، وارڈ کا نام، فریقین کی طرف سے مقرر کردہ گواہان، شادی انجام پانے کی تاریخ اور یہ کہ آیا دلہن کنواری ہے یا بیوہ یا مطلقہ ہے، درج ہوتا ہے۔

(۲) حق مہر (کالم ۱۳ تا ۱۶)

حق مہر کا نکاح نامہ میں اندراج بہت ضروری ہے، جو عورت کا شرعی اور قانونی حق ہے۔ بعض لوگ ساڑھے بتیس روپے مہر مقرر کر کے اسے غلط فہمی سے شرعی مہر قرار دیتے ہیں جو کہ درست نہیں ہے اور نہ ہی اس کی کوئی شرعی یا قانونی حیثیت ہے۔ حضرت فاطمہؓ کے حق مہر کو شرعی حق مہر قرار دینا اس لئے بھی مناسب نہیں ہے کہ اس وقت کے ساڑھے بتیس درہم کی قدر و قیمت آج کل کے ساڑھے بتیس روپے سے بہت زیادہ ہے۔ حق مہر کے تعین یا اس کے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ حد کے بارے میں کوئی شرعی حکم موجود نہیں ہے تا کہ فریقین اس کا تقرر اپنی حیثیت کے مطابق کر سکیں۔ نکاح فارم کے کالم ۱۴ میں مہر کی نوعیت لکھی جاتی ہے کہ آیا وہ معجّل ہے یا موجل۔ اسی طرح اگر مہر کا کچھ حصہ شادی کے موقع پر ادا کیا گیا ہو تو کالم ۱۵ میں اسکی مقدار درج کی جاتی ہے۔ اور اگر حق مہر کے عوض میں کوئی جائیداد وغیرہ دی گئی ہو تو کالم ۱۶ میں اس کی صراحت اور فریقن کے مابین اس کی طے شدہ قیمت کا ذکر کیا جاتا ہے۔

حق مہر کی اقسام

(۱) مہر معجّل (prompt dower):۔ جو رخصتی کے فوراً بعد یا بیوی کے مطالبہ پر ادا کرنا لازم ہے۔

(۲) مہر موجل (deffered dower):۔ جو کہ ازدواجی تعلق ختم ہونے یعنی طلاق یا وفات کی صورت میں قابل ادا ہو جاتا ہے۔

(۳) خاص شرائط (کالم نمبر ۱۷)

کالم ۱۷ خاص شرائط سے متعلق ہے، جس کی ایک خاص اہمیت ہے۔ کوئی خصوصی شرط مثلاً یہ کہ بصورت ناراضگی یا ناچاقی بیوی اور بچوں کے نان نفقہ کی ادائیگی کس طرح ہوگی اور یہ کہ تحریری رضامندی کے بغیر بیوی کا حق مہر معاف کرنا یا بخش دینا تسلیم نہ ہوگا وغیرہ، کالم نمبر ۱۷ میں واضح طور پر درج کرنی چاہیئے۔

(۴) طلاق تفویض (کالم ۱۸)

نکاح نامہ کا یہ کالم جتنا اہم ہے اتنا ہی اسے آسانی کے ساتھ نظر انداز کر دیا جاتا ہے حالانکہ یہ کالم عورت کے تحفظ کیلئے موثر بنیاد فراہم کرتا ہے۔ اگر شوہر نے بیوی کو حق طلاق تفویض کر دیا ہو تو اس کالم میں اس کا اندراج کیا جاتا ہے اور اگر شوہر نے اس بارے میں کچھ شرائط عائد کی ہوں تو وہ بھی درج کی جاتی ہیں تا کہ تنسیخ نکاح کی قانونی مشکلات سے بچا جا سکے۔ چونکہ طلاق ایک انتہائی قدم ہے اور ہمیشہ ناگزیر صورتحال میں بہ امر مجبوری اٹھایا جاتا ہے۔ طلاق کیلئے مقدمہ

دائر ہونے کی صورت میں بھاری فیس ادا کرنی پڑتی ہے، گواہ پیش کرنے پڑتے ہیں اوراس کے علاوہ انتہائی نامناسب قسم کی الزام تراشیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے اوراس طرح نہ صرف عورت کو بلکہ اس کے پورے خاندان کو ایک طویل، نا خوشگوار عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اس ذھنی اذیت اور کرب سے بچنے کیلئے اگر نکاح کے دوران ہی مذکورہ کالم کو پُر کرلیا جائے تو بعد کی ان مشکلات سے بچا جاسکتا ہے۔

طلاق تفویض کا طریقہ کار یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مشروط یا غیر مشروط طور پر حق طلاق تفویض کرتا ہے کہ وہ جب چاہے مقررہ شرائط کے تابع اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے آپ کو شوہر کی زوجیت سے آزاد کرسکتی ہے، جس کا نوٹس زیر دفعہ ۷ مسلم عائلی قوانین، شوہر اور چیئرمین ثالثی کونسل کو بھی دینا ضروری ہے۔

(۵) شوہر کے حقِ طلاق پر پابندی (کالم ۱۹)

اس کالم کو بھی عموماً کاٹ دیا جاتا ہے اوراس طرح مرد طلاق دینے میں مکمل طور پر آزاد ہوجاتا ہے۔ اس کالم میں شوہر کے حق طلاق پر پابندی لگائی جاسکتی ہے بشرطیکہ یہ پابندی خلاف قانون نہ ہو اوراس پر قانوناً عمل درآمد کرایا جاسکے، مثلاً حق مہر کی فوری ادائیگی اور بچوں کی حفاظت کی ذمہ دار ماں ہوگی وغیرہ۔

(۶) حقِ مہر اور نان ونفقہ کی دستاویز کا اندراج (کالم ۲۰)

اگر شادی کے موقع پر حق مہر کے سلسلہ میں کوئی دستاویز تیار کی گئی ہو تو اسکے اندراج کیلئے کالم نمبر ۲۰ وضع کیا گیا ہے تاکہ اس تحریر کا حوالہ ریکارڈ پر آجائے۔

(۷) دوسری شادی کیلئے اجازت نامہ (کالم ۲۱، ۲۲)

دوسری شادی کی صورت میں عائلی قوانین کے تحت پہلی بیوی اور چیئرمین ثالثی کونسل کا اجازت نامہ لینا ضروری ہے۔ لہذا دوسری شادی کی صورت میں بوقت نکاح کالم نمبر ۲۱ کو بھی ضرور پُر کرلینا چاہئے اوراس میں دوسری شادی کی اجازت ملنے کی تاریخ درج کی جانی چاہئے۔

(۸)۔ رجسٹریشن:۔ نکاح نامہ کو موثر بنانے کیلئے اسے عائلی قوانین مجریہ ۱۹۶۱ء کی دفعہ ۵ کے تحت اپنے وارڈ کے نکاح رجسٹرار کے پاس رجسٹر کرانا ضروری ہے۔ نکاح خواں کوئی بھی ہوسکتا ہے لیکن نکاح رجسٹرار وہی ہوگا جو قانونی طور پر مقرر ہو۔ نکاح خواں کیلئے لازم ہے کہ وہ نکاح نامہ کو نکاح رجسٹرار کے پاس رجسٹر کرائے بصورت دیگر اسے مذکورہ

قانون کی دفعہ ۵ کے تحت تین ماہ قید یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا دونوں سزائیں دی جاسکتی ہیں۔ شرعی اعتبار سے رجسٹریشن کے بغیر بھی نکاح ہو جاتا ہے لیکن قانونی طور پر سقم کا حامل ہوتا ہے۔

مستقبل کی پریشانیوں سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ نکاح نامہ کے تمام مندرجات کو فریقین باہمی رضامندی سے طے کر کے پُر کر لیں۔ نکاح نامہ کے کالم ۱۸ کے تحت حاصل حق طلاقِ تفویض کی صورت میں عورت کو بھی چیئرمین ثالثی کونسل کو اسی طرح نوٹس دینا چاہیے جیسے کہ شوہر کیلئے دینا ضروری ہوتا ہے۔

نکاح نامہ کے آخر میں دولہا یا اس کے وکیل کے دستخط، دولہا کے وکیل کے تقرر کے دو گواہان کے دستخط، دلہن کے دستخط، دلہن کے وکیل کے دستخط، دلہن کے وکیل کے تقرر کے دو گواہان کے دستخط، شادی کے دو گواہان کے دستخط اور نکاح خواں کے دستخط لازمی ہیں۔

آخر میں نکاح رجسٹرار اپنے دستخط اور مُہر (stamp) ثبت کرتا ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفسر-II
قانون و انصاف کمیشن
فون نمبر 9220483 , 051-9209412
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

فارم نمبر۲

(دیکھئے قاعدہ ۸، ۱۰)

مسلم خاندانی قوانین کے آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ء (ہشتم ۱۹۶۱ء) کے تحت وضع کئے ہوئے قواعد کے قاعدہ نمبر ۸ اور نمبر ۱۰ کے تحت مجوزہ

فارم

نکاح نامہ

۱۔ وارڈ کا نام ________ ٹاؤن/یونین ________ تحصیل/تھانہ ________
اور ضلع ________ جس میں شادی وقوع پزیر ہوئی ________

۲۔ ڈولہا اور اس کے والد کا نام معہ ان کی سکونت بالترتیب ________

۳۔ ڈولہا کی عمر ________

۴۔ دُلہن اور اس کے والد کا نام معہ ان کی سکونت بالترتیب ________

۵۔ آیا دُلہن کنواری ہے یا بیوہ یا مطلقہ ________

۶۔ دُلہن کی عمر ________

۷۔ اگر دُلہن کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کیا گیا ہے تو اس کا نام معہ ولدیت وسکونت ________

۸۔ دُلہن کے وکیل کے تقرر کے بارے میں گواہوں کے نام معہ ولدیت وسکونت اور اُن کی دُلہن کے ساتھ رشتہ داری
(۱) ________
(۲) ________

۹۔ اگر ڈولہا کی طرف سے کوئی وکیل مقرر کیا گیا ہے تو اس کا نام معہ ولدیت وسکونت ________

۱۰۔ ڈولہا کے وکیل کے تقرر کے بارے میں گواہوں کے نام معہ ولدیت وسکونت
(۱) ________
(۲) ________

۱۱۔ شادی کے گواہوں کے نام معہ ولدیت وسکونت
(۱) ________
(۲) ________

۱۲۔ شادی سرانجام پانے کی تاریخ ________

۱۳۔ مہر کی رقم ________

۱۴۔ مہر کی کتنی رقم معجّل ہے اور کتنی غیر معجّل ________

۱۵۔ آیا مہر کا کچھ حصہ شادی کے موقع پر ادا کیا گیا اگر کیا گیا ہے تو کس قدر۔ ________

۱۶۔ آیا پورے مہر یا اس کے کسی حصہ کے عوض میں کوئی جائیداد دی گئی ہے اگر دی گئی ہے تو اس جائیداد کی صراحت اور اس کی قیمت جو فریقین کے مابین طے پائی ہے۔ ________

۱۷۔ خاص شرائط اگر کوئی ہوں ________

۱۸۔ آیا شوہر نے طلاق کا حق بیوی کو تفویض کر دیا ہے اگر کر دیا ہے تو کونسی شرائط کے تحت ______

۱۹۔ آیا شوہر کے طلاق کے حق پر کسی قسم کی پابندی لگائی گئی ہے ______

۲۰۔ آیا شادی کے موقع پر مہر و نان و نفقہ وغیرہ سے متعلق کوئی دستاویز تیار کی گئی ہے اگر کی گئی ہے تو اس کے مختصر مندرجات۔ ______

۲۱۔ آیا دُولہا کے یہاں پہلے سے کوئی بیوی موجود ہے اگر ہے تو آیا اس نے دوسری شادی کرنے کیلئے مسلم خاندانی قوانین کے آرڈیننس ۱۹۶۱ء کے تحت ثالثی کونسل سے اجازت نامہ حاصل کرایا ہے ______

۲۲۔ نمبر و تاریخ مراسلہ جس کے ذریعے ثالثی کونسل نے دولہا کو دوسری شادی کرنے کی اجازت دی ہے ______

۲۳۔ نکاح خواں کا نام اور ولدیت معہ پتہ ______

۲۴۔ شادی کو درج رجسٹر کرانے کی تاریخ ______

۲۵۔ فیس رجسٹریشن جو ادا کی گئی ______

دُولہا یا اس کے وکیل کے دستخط ______

دُولہا کے وکیل کے تقرر کے گواہان کے دستخط
(۱) ______
(۲) ______

دُلہن کے دستخط ______

دُلہن کے وکیل کے دستخط ______

دُلہن کے وکیل کے تقرر کے گواہان کے دستخط
(۱) ______
(۲) ______

نکاح خواں کے دستخط ______

شادی کے گواہان کے دستخط
(۱) ______
(۲) ______

نکاح رجسٹرار کے دستخط اور مُہر ______

مہر

آئین میں دیے ہوئے بنیادی حقوق اور انکے حصول کا طریقہ کار

بنیادی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جو ہر پاکستانی شہری کو بلاتفریق رنگ نسل، جنس، علاقہ و مذہب آئین کے تحت اور بعض قوانین کے تابع حاصل ہیں، جنہیں آئین کے مختلف آرٹیکلز کے تحت تحفظ دیا گیا ہے اور جن سے، ماسوائے چند ایک کے جنہیں ہنگامی صورت حال میں معطل کیا جاسکتا ہے، کسی شہری کو محروم نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں مندرجہ ذیل حقوق شامل ہیں۔

۱۔ **فرد کی سلامتی:** آئین کے آرٹیکل ۹ کے تحت ہر شہری کے لئے زندگی اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے جس کے تحت کسی شخص کو زندگی یا آزادی سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اسکے کہ قانون اسکی اجازت دے۔

۲۔ **گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ:** آرٹیکل ۱۰ کے تحت کسی بھی گرفتار کئے گئے شخص کو جلد از جلد اسکی گرفتاری کی وجوہات سے آگاہ کیا جائے گا اور اسے قانونی مشیر یا وکیل سے رابطہ کرنے کی سہولت اور اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ نیز اسے عدالت کی اجازت کے بغیر ۲۴ گھنٹوں سے زیادہ حراست میں نہیں رکھا جائے گا تاہم ان میں سے کسی امر کا اطلاق کسی ایسے شخص پر نہیں ہوگا جسے امتناعی نظر بندی سے متعلق کسی صوبائی یا وفاقی قانون کے تحت گرفتار یا نظر بند کیا گیا ہو۔ امتناعی نظر بندی کے قوانین کے تحت کسی بھی ایسے شخص کو جس سے ملک کی سلامتی، دفاع، یا تحفظ کو خطرہ لاحق ہو یا وہ خارجہ امور یا امن عامہ یا حمل ورسد یا خدمات عامہ کے برقرار رکھنے کے لئے مضر ہو، زیادہ سے زیادہ تین ماہ کے لئے نظر بند رکھا جاسکتا ہے۔ اس مدت میں مرکزی یا متعلقہ صوبائی نظر ثانی بورڈ کی سفارش پر گرفتار کئے گئے شخص کو اصالتاً سماعت کا موقع فراہم کئے جانے کے بعد مزید توسیع کی جاسکتی ہے۔

۳۔ **غلامی و جبری مشقت پر پابندی:** آرٹیکل ۱۱ کے تحت غلامی پر پابندی عائد کردی گئی ہے اور اسے کسی بھی صورت میں پاکستان میں رواج دینے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح جبری مشقت اور بیگار کی تمام صورتوں اور انسانوں کی خرید وفروخت کو ممنوع قرار دیا گیا ہے اور ۱۴ سال سے کم عمر کے بچوں کو کسی فیکٹری، کان یا خطرناک جگہ میں ملازم رکھنے پر پابندی عائد کی گئی ہے۔ تاہم کسی قانون کے تحت کسی جرم کی بناء پر سزا بھگتنے والے کسی شخص سے یا مفاد عامہ

کیلئے کسی سے لازمی خدمت یا مشقت لی جاسکتی ہے بشرطیکہ یہ ظالمانہ یا شرف انسانی کے منافی نہ ھو۔

۴۔ **موثر بہ ماضی سزا سے تحفظ**: آرٹیکل ۱۲ کے تحت کسی بھی شخص کو کسی ایسے جرم میں سزا نہیں دی جائے گی جو اسکے سرزد ہوتے وقت کسی قانون کے تحت قابل سزا نہ تھا اور نہ ہی کوئی ایسی سزا دی جائے گی جو جرم سرزد ہوتے وقت اسکی مقررہ سزا سے مختلف یا زیادہ سخت ہو۔

۵۔ **دوہری سزا اور خود الزامی کے خلاف تحفظ**: آرٹیکل ۱۳ کے تحت کسی جرم میں کسی شخص پر ایک بار سے زیادہ نہ تو مقدمہ چلایا جاسکتا ہے نہ اسی جرم میں ایک بار سے زیادہ سزا دی جاسکتی ہے اور نہ ہی کسی شخص کو مجبور کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے خلاف خود گواہی دے۔

۶۔ **انسانی عزت و وقار کی حرمت**: آرٹیکل ۱۴ کے تحت ہر شہری کی عزت و ناموس اور قانون کے تابع گھر کی خلوت کو قابل حرمت قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ کسی بھی شخص کو شہادت حاصل کرنے کی غرض سے جسمانی یا ذہنی اذیت نہیں دی جائے گی۔

۷۔ **نقل و حرکت کی آزادی**: آرٹیکل ۱۵ کے تحت ہر شہری کو پاکستان میں رہنے اور مفاد عامہ کے پیش نظر کسی معقول پابندی کے تابع پاکستان میں داخل ہونے اور اس کے ہر حصے میں آزادانہ نقل و حرکت کرنے اور اس کے کسی حصے میں سکونت اختیار کرنے اور آباد ہونے کا حق حاصل ہے۔

۸۔ **اجتماع کی آزادی**: آرٹیکل ۱۶ کے تحت ہر شہری کو امن عامہ کے مفاد میں اور قانون کے ذریعے عائد کردہ پابندیوں کے تابع پر امن طور پر اور اسلحہ کے بغیر جمع ہونے کا حق حاصل ہے۔

۹۔ **انجمن سازی کی آزادی**: آرٹیکل ۱۷ کے تحت پاکستان کے ہر شہری کو انجمن سازی یا یونین بنانے اور ہر اس شہری کو جو سرکاری ملازم نہ ہو کوئی بھی سیاسی جماعت بنانے یا اس کا رکن بننے کا حق حاصل ہے تاہم یہ حق پاکستان کی حاکمیت اعلیٰ، سالمیت، امن عامہ یا اخلاق کے مفاد میں قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع ہی استعمال کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۔ **آزادی کاروبار و پیشہ** : آرٹیکل ۱۸ کے تحت ہر شہری کو کوئی بھی جائز پیشہ اختیار کرنے اور کوئی بھی جائز تجارت یا کاروبار کرنے کا حق حاصل ہے بشرطیکہ وہ اس قانونی معیار یا لازمی شرائط پر پورا اترتا ہو جو کہ اس پیشے یا کاروبار سے متعلق ملکی و اجتماعی مفاد کے پیش نظر عائد کی گئی ہوں۔

۱۱۔ **آزادی تحریر و تقریر**: آرٹیکل ۱۹ کے تحت ہر شہری کو تقریر اور اظہار خیال کا حق حاصل ہے اور پریس کو بھی آزادی ہوگی بشرطیکہ یہ اسلامی اقدار یا پاکستان یا اسکے کسی حصے کی سلامتی و اقتدار اعلیٰ کے خلاف نہ ہو، نہ اس سے غیر ممالک کے ساتھ قائم پاکستان کے دوستانہ تعلقات متاثر ہوتے ہوں اور نہ نقص امن کا خطرہ ہو۔ اسی طرح یہ عدلیہ کی توہین یا کسی جرم کی ترغیب پر مبنی بھی نہ ہو۔

۱۲۔ **مذہبی عبادات و تبلیغ کی آزادی**: آرٹیکل ۲۰ کے تحت قانون، اخلاق اور امن عامہ کے تابع ہر شہری کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے، اس پر عمل پیرا ہونے اور اسکا پرچار کرنے کا حق حاصل ہے۔ اسی طرح ہر مذھبی گروہ اور اسکے ذیلی فرقے یا مسلک کو اپنے مذھبی ادارے قائم کرنے اور انکا انتظام چلانے کا حق حاصل ہے۔

۱۳۔ **تحفظ برخلاف ٹیکس برائے دیگر مذاہب**: آرٹیکل ۲۱ کے تحت کسی شخص کو کوئی ایسا خاص محصول یا ٹیکس ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا جسکی آمدنی اسکے اپنے مذہب کے علاوہ کسی اور مذہب کی ترویج پر خرچ کی جاتی ہو۔

۱۴۔ **تعلیمی اداروں سے متعلق تحفظات**: آرٹیکل ۲۲ کے تحت کسی تعلیمی ادارے میں زیر تعلیم شخص کو اپنے مذہب کے علاوہ کسی دوسرے مذہب کی تعلیم حاصل کرنے یا ایسی کسی مذھبی تقریب یا عبادت میں شرکت کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا، نہ کسی مذہبی ادارے کیلئے محصول سے استثناء یا رعایت منظور کرنے میں کسی فرقے کے ساتھ امتیازی سلوک کیا جائے گا اور نہ ہی کسی شخص کو محض نسل، مذہب، ذات یا مقام پیدائش کی بناء پر کسی ایسے تعلیمی ادارے میں داخل ہونے سے محروم کیا جائے گا، البتہ ہر مذہبی فرقے یا گروہ کو اپنے مخصوص تعلیمی اداروں میں اپنے مسلک کے مطابق تعلیم دینے کا حق حاصل ہے۔

۱۵۔ **حق ملکیت**: آرٹیکل ۲۳ کے تحت ہر پاکستانی شہری کو دستور اور مفاد عامہ کے پیش نظر قانون کے ذریعے عائد کردہ معقول پابندیوں کے تابع پاکستان کے کسی بھی حصے میں جائیداد حاصل کرنے، قبضہ میں رکھنے اور اسکی خرید و فروخت

کرنے کا حق حاصل ہے۔

۱۶۔ **ملکیت کا تحفظ**: آرٹیکل ۲۴ کے تحت کسی بھی شخص کو اسکی جائیداد یا ملکیت سے محروم نہیں کیا جائے گا سوائے اس کے کہ قانون اس کی اجازت دے اور نہ ہی کوئی جائیداد کسی سے زبردستی حاصل کی جائے گی، البتہ قانونی اختیار کے تحت اور کسی مفاد عامہ کی غرض سے ایسی جائیداد کو اسکا معاوضہ ادا کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

۱۷۔ **مساوات کا حق**: آرٹیکل ۲۵ کے تحت تمام پاکستانی شہری قانون کی نظر میں برابر ہیں اور مساوی طور پر قانونی تحفظ کے حقدار ہیں اور یہ کہ جنس کی بنیاد پر ان میں تفریق یا امتیاز نہیں کیا جائے گا۔ تاہم یہ آرٹیکل مملکت کو بچوں اور عورتوں سے متعلق کوئی خاص قانون بنانے سے نہیں روکتا۔

۱۸۔ **پبلک یا تفریحی مقامات تک رسائی کا حق**: آرٹیکل ۲۶ کے تحت ہر شہری کو عام تفریح گاہوں یا جمع ہونے کی جگہوں تک رسائی کی مکمل آزادی ہوگی بشرطیکہ وہ مذہبی اغراض کیلئے مختص نہ ہوں اور اس سلسلے میں کسی کے ساتھ نسل، مذہب، ذات، جائے پیدائش یا رہائش کی بنیاد پر امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا۔

۱۹۔ **ملازمت میں امتیازی سلوک کے خلاف تحفظ**: آرٹیکل ۲۷ کے تحت محض نسل، مذہب، ذات، جنس، سکونت یا مقام پیدائش کی بناء پر کسی شہری کے ساتھ کسی سرکاری ملازمت کے حصول کے سلسلے میں امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا بشرطیکہ وہ بہ اعتبار دیگر اس کا اہل ہو۔ تاہم ملازمت کے مفاد میں مخصوص اسامیاں کسی ایک جنس کے افراد کے لئے محفوظ کی جا سکتی ہیں۔ اسی طرح سماجی اور تعلیمی لحاظ سے پسماندہ طبقات یا علاقوں کے لوگوں کے لئے بھی ملازمت میں اسامیاں محفوظ کی جا سکتی ہیں۔

۲۰۔ **زبان ثقافت اور رسم الخط کا تحفظ**: آرٹیکل ۲۸ کے تحت شہریوں کے کسی بھی طبقے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی مخصوص زبان، ثقافت یا رسم الخط کو قائم رکھنے اور اسکی ترویج و ترقی کے لئے قانون کے تابع ادارے قائم کرے۔

بنیادی حقوق کے تحفظات: مندرجہ بالا حقوق کو مکمل آئینی تحفظ حاصل ہے۔ ان حقوق کو خود دستور میں دئے گئے طریق کار کے سوا کسی طریقے سے محدود یا معطل نہیں کیا جا سکتا۔ آئین کے آرٹیکل ۸ کی رو سے ان بنیادی حقوق سے

متصادم قوانین اور رسوم و روایات کو کالعدم قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ حکومت ایسا کوئی قانون وضع نہیں کر سکتی جو ان بنیادی حقوق سے متصادم ہو۔ ایسا ہر قانون خلاف ورزی کی حد تک کالعدم ہوگا۔ کسی فرد یا ادارے کی طرف سے ان حقوق کی خلاف ورزی کی صورت میں متاثرہ فریق کو داد رسی کے حسب ذیل ذرائع حاصل ہیں۔

(۱) وہ آئین کے آرٹیکل ۱۹۹ کے تحت مذکورہ حقوق میں سے کسی حق کے نفاذ کیلئے متعلقہ ہائی کورٹ میں درخواست دائر کر سکتا ہے جس پر عدالت فریقین کو سننے کے بعد متعلقہ شخص، مجاز ادارے یا حکومت کے خلاف مناسب حکم صادر کر سکتی ہے۔ آرٹیکل ۱۹۹ کے تحت متاثرہ شخص صرف اس وقت درخواست دے سکتا ہے جب کسی اور قانون کے تحت اس بنیادی حق کا حصول ممکن نہ ہو۔

(۲) اگر بنیادی حقوق میں سے کسی حق کے نفاذ کے سلسلے میں عوامی اہمیت کا کوئی مسئلہ درپیش ہو تو آئین کے آرٹیکل ۱۸۴(۳) کے تحت سپریم کورٹ میں براہ راست درخواست دائر کی جا سکتی ہے جس پر مذکورہ عدالت مناسب فیصلہ صادر کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔ ایسی درخواست کوئی بھی شخص دائر کر سکتا ہے خواہ وہ متاثرہ فریق نہ بھی ہو۔ بنیادی حقوق کے حوالے سے عوامی اہمیت کے کسی مسئلے پر سپریم کورٹ از خود بھی نوٹس لے سکتی ہے۔

(۳) آرٹیکل ۱۹۹ کی ذیلی شق ب (اول) اور ضابطہ فوجداری ۱۸۹۸ کی دفعہ ۴۹۱ کی رو سے ہائی کورٹ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں زیر حراست کسی بھی شخص کو متاثرہ فریق کی درخواست پر عدالت کے سامنے پیش کرنے کا حکم دے تاکہ یہ معلوم کیا جا سکے کہ کہیں اس زیر حراست شخص کو قانونی تقاضے پورے کئے بغیر زیر حراست تو نہیں رکھا گیا ہے اور اگر اسے غیر قانونی طور پر حراست میں رکھا گیا ہو تو عدالت اسے آزاد کرنے کا حکم جاری کرے گی۔ یہی اختیار حال ہی میں ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۹۱ میں ترمیم کے ذریعے سیشن جج کو بھی دیا گیا ہے، جس پر صوبہ پنجاب میں عمل شروع ہو چکا ہے اور دیگر صوبوں میں بھی جلد نافذ العمل ہونے کی توقع ہے۔

ہنگامی حالت کے نفاذ کی صورت میں بنیادی حقوق کی معطلی: ملک میں ہنگامی حالت کے نفاذ کے دوران آرٹیکل ۲۳۳ کے ضمن (1) کے تحت حکومت کو کوئی ایسا قانون وضع کرنے یا کوئی عاملانہ قدم اٹھانے کا اختیار حاصل ہے جو آرٹیکل ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ اور ۲۴ میں مذکور بنیادی حقوق، یعنی نقل و حرکت وغیرہ کی آزادی، اجتماع کی آزادی، انجمن سازی کی آزادی، تجارت کاروبار یا پیشے کی آزادی، تقریر وغیرہ کی آزادی اور حقوق جائیداد کا تحفظ سے متصادم ہو۔ اسی طرح اس آرٹیکل کے ضمن ۲ کے مطابق ہنگامی حالت کے نفاذ کے دوران صدارتی فرمان کے ذریعے آئین کے حصہ دوم کے باب اول کی رو سے عطا کئے گئے حقوق میں سے ان حقوق کے نفاذ کیلئے، جن کی صدارتی فرمان میں صراحت کی گئی ہو،

عدالت سے رجوع کرنے کا حق معطل رہے گا۔ ایسا فرمان پورے پاکستان یا اس کے کسی حصے کے بارے میں صادر کیا جا سکتا ہے۔

مزید معلومات کے لئے حسب ذیل پتہ پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفسر۔I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر: 051-9208752
فیکس نمبر: 051-9214416
ای میل: ljcp@ljcp.gov.pk

دیوانی مقدمات میں دعویٰ / جوابِ دعویٰ دائر کرنے کا طریقہ کار

شہریوں کے اموال اور حقوق کی حفاظت ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں میں سے ہے جس کیلئے دیوانی عدالتوں کا قیام عمل میں لایا جاتا ہے۔ پاکستان میں اس مقصد کیلئے سول کورٹس آرڈیننس 1962ء کے تحت ضلعی جج (District Judge) اضافی ضلعی جج (Additional District Judge) اور سول جج (Civil Judge) کی عدالتیں قائم ہیں۔ ان عدالتوں کے ذریعے دادرسی کے حصول کا طریقہ کار ضابطہ دیوانی 1908 میں دیا ہوا ہے۔ ضابطہ دیوانی کی دفعہ۹ کی رو سے دیوانی عدالتوں کو اس ضابطہ میں مندرج احکام وقواعد کے تابع تمام دیوانی نوعیت کے مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل ہے سوائے ان مقدمات کے جنکی سماعت کسی خاص قانون کے تحت مزکورہ عدالتوں کی بجائے دوسری خصوصی عدالتوں میں ھوتی ھو۔ ہر دیوانی مقدمے کی ابتداء مجاز عدالت میں عرضی دعویٰ داخل کرنے سے ہوتی ہے جس کے ذریعے مدعٔی کسی دوسرے شخص کے قبضہ میں موجود کسی چیز یا حق وغیرہ کو اپنا ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے اور دوسرا شخص یعنی مدعا علیہ جوابِ دعویٰ کے ذریعے اپنے زیرِ قبضہ اس چیز یا حق کا دفاع کرتا ہے۔ عرضی دعوی اور جواب دعوی ایسی اہم اور ضروری دستاویزات ہیں جن پر تمام واقعات مقدمہ کا انحصار ہوتا ہے اور ان میں بعض دفعہ معمولی سی غلطی فریقین کے اثباتِ حق کیلئے مہلک ثابت ہوسکتی ہے اس لئے ان سے متعلق قواعد وضوابط سے عوام الناس اور خصوصاً ان فریقین مقدمہ کو آگاہ ہونا ضروری ہے جو کسی وکیل کے بغیر مقدمہ دائر یا اس کا دفاع کرنا چاہتے ہیں۔

دعویٰ دائر کرنے کا طریقہ کار: ہر دعویٰ کی ابتداء عرضی دعویٰ سے ہوتی ہے جو ضابطہ دیوانی کے حکم نمبر۴ کی رو سے مجاز عدالت میں یا اس عہدہ دار کے پاس دائر کیا جاتا ہے جو اس مقصد کیلئے عدالت کی طرف سے مقرر ہو۔ عرضی دعویٰ کی ترتیب سے متعلق ضروری احکام حکم نمبر ۷ میں دیئے ہوئے ہیں جس کے قاعدہ نمبر ا میں عرضی دعویٰ کے حسبِ ذیل مراتب درج کئے گئے ہیں۔

(۱) نام عدالت جس میں دعویٰ دائر کیا جاتا ہے۔

(۲) مدعٔی کا نام، ولدیت، قوم، پیشہ اور جائے سکونت وغیرہ

(۳) مدعا علیہ کا نام، ولدیت، قوم، پیشہ اور جائے سکونت وغیرہ بقدر معلومات

(۴) اگر مدعٔی یا مدعا علیہ نابالغ یا فاتر العقل ہو تو اس بابت بیان

(۵) ان واقعات کا اندراج جو بنائے دعویٰ مقدمہ ہوں اور یہ کہ بنائے دعویٰ کب پیدا ہوئی

(۶) وہ واقعات جن سے ظاہر ہو کہ عدالت کو اختیار سماعت حاصل ہے

(۷) دادرسی جو مدعی کو مطلوب ہو

(۸) اگر مدعی نے دعویٰ میں کچھ منہا(set off) کیا ہو یا دعوے کے کسی جز کو ترک کیا ہو تو اسکی نسبت ضروری وضاحت

(۹) جس چیز پر دعویٰ کیا ہے بقدر امکان اسکی مالیت کا ذکر بغرض اختیار سماعت اور کورٹ فیس

(۱۰) تصدیق

کسی بھی عرضی دعویٰ کی ترتیب کیلئے مذکورہ قاعدہ بنیادی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے مندرجہ بالا ابتدائی تین نکات (یعنی ۱،۲،۳) اور آخر کے چار نکات یعنی (۶،۷،۸،۹) ہر عرضی دعویٰ میں لکھنا ضروری ہیں۔ اسی طرح اگر مدعی یا مدعا علیہ نابالغ یا فاتر العقل ہو تو نکتہ نمبر ۴ کے مطابق اسکی وضاحت بھی ہونی چاہیے۔ جو چیز کسی عرضی دعویٰ میں مختلف ہوتی ہے وہ واقعات مقدمہ ہیں جن کی وجہ سے بنائے دعویٰ پیدا ہوتا ہے اور اسکے پیدا ہونے کی تاریخ، یعنی مذکورہ قاعدے کے مراتب مندرجہ نکتہ نمبر "۵" ہر عرضی دعویٰ میں مختلف ہونگے۔ اگر مندرجات مذکورہ بالا میں سے کسی جز و کی کمی رہ جائے تو عرضی دعوی نامکمل اور سقم کی حامل ہونے کی وجہ سے قابل استرداد ہے۔

مذکورہ قاعدے کے احکام کے تابع مروجہ طریقہ کار کے مطابق عرضی دعویٰ میں پہلے اس عدالت کا نام لکھا جائے گا جس میں عرضی دعویٰ دائر کیا جاتا ہے، پھر مدعی کا نام مع ولدیت و جائے سکونت اور پھر مدعا علیہ کا نام مع ولدیت و جائے سکونت وضاحت سے لکھا جائے گا اور اگر مدعی یا مدعا علیھان ایک سے زائد ہوں تو ہر ایک کا نام معہ دیگر تفصیلات لکھا جائے گا۔ مندرجہ بالا تفصیلات کے بعد مروجہ طریقہ کار کے مطابق موضوع دعوی بھی لکھنا بہتر اور مناسب ہے۔ بعد ازیں وہ واقعات تحریر کیے جائیں گے جنکی وجہ سے مقدمہ دائر کرنے کی نوبت پیش آئی اور بنائے دعوی پیدا ہوئی۔ آخر میں حکم نمبر ۶، قاعدہ ۱۴ و ۱۵ کے مطابق ہر دعویٰ یا جواب دعویٰ پر متعلقہ فریق دستخط کرے گا اور جملہ مراتب دعوی کی تصدیق کرے گا۔ تاہم اس ضمن میں جن باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) اگر مدعی یا مدعا علیہ نابالغ یا فاتر العقل ہو تو انکی جانب سے جو بھی ولی دعوی دائر کرتا ہے یا جس ولی کی وساطت سے ان پر دعوی دائر کیا جاتا ہے عرضی دعوی میں ان کا نام و پتہ بھی ساتھ تحریر کیا جائے گا (حکم ۷ قاعدہ ۱)

(۲) عرضی دعویٰ میں صرف وہ ضروری واقعات ترتیب وار مختصر طور پر درج کئے جائیں گے جن پر مدعی اپنے دعویٰ کیلئے استدلال کرتا ہے۔ ایسی شہادت کا درج کرنا ضروری نہیں جس پر دعوی کا دارومدار ہے (حکم نمبر ۷ قاعدہ ۳)۔

(۳) اگر دعوی زر نقد سے متعلق ہو تو عرضی دعوی میں صحیح رقم لکھی جائے گی تاہم اگر دعوی زر واصلات (Mense Profits) کا ہو یا کسی غیر معین رقم کے بارے میں ہو تو عرضی دعوی میں صرف تخمیناً اس کا ذکر کیا

جائے گا۔ (حکم نمبر ۷ قاعدہ ۲)

(۴) غیر منقولہ جائیداد کے دعویٰ کی صورت میں عرضی دعویٰ میں اس جائیداد کی کیفیت کے بارے میں اتنی وضاحت درج کی جائے گی جس سے اسکی شناخت ہو سکے۔ اگر اسی جائیداد کی حدود یا نمبر کاغذات بندوبست یا پیمائش میں درج ہوں تو عرضی دعویٰ میں انکی صراحت ہونی چاہیئے۔ (حکم نمبر ۷ قاعدہ ۳)

(۵) عرضی دعویٰ میں یہ ظاہر کرنا بھی ضروری ہے کہ مدعا علیہ اس چیز میں جس کے بارے میں دعویٰ کیا گیا ہے مفاد رکھتا ہے یا مفاد رکھنے کا دعویٰ کرتا ہے اور مدعی کے مطالبہ کی جوابدہی کا ذمہ دار ہے۔ (حکم نمبر ۷ قاعدہ نمبر ۵)

(۶)۔ اگر دعویٰ مقررہ معیاد کے بعد دائر کیا جائے تو عرضی دعویٰ میں ان وجوہات کا ذکر کیا جائے گا کہ مدعی اپنے دعویٰ کو قانون معیاد سے مستثنیٰ کیوں سمجھتا ہے۔ (حکم ۷ قاعدہ نمبر ۶)

(۷) اگر مدعی نمائندہ حیثیت سے دعوی کرے تو عرضی دعویٰ میں نہ صرف یہ ظاہر کرے کہ اسکا اس چیز میں جس پر دعوی کیا گیا ہے، واقعی مفاد موجود ہے بلکہ یہ بھی لکھے کہ دعویٰ کیلئے جو کاروائی ضروری تھی وہ عمل میں لا چکا ہے۔

(۸) عرضی دعویٰ میں مطلوبہ دادرسی کا وضاحت سے ذکر ہونا چاہیئے۔ (حکم ۷ قاعدہ ۷)

(۹) جب مدعی مختلف بنائے دعوی یا حقوق کی بنیاد پر داد رسی طلب کرے جو علیحدہ علیحدہ وجوہات پر مبنی ھوں تو وہ حتی الامکان علیحدہ علیحدہ بیان ہونے چاہئیں (حکم ۷ قاعدہ ۸)

(۱۰) مدعی کیلئے لازم ہے کہ وہ ان تمام دستاویزات کی ایک یاداشت جو اس نے عرضی دعویٰ کے ساتھ پیش کی ہوں عرضی دعویٰ میں بیان کر دے یا ساتھ منسلک کر دے۔ علاوہ ازیں مدعی مدعا علیھان کی تعداد کے برابر عرضی دعویٰ کی سادہ نقول دو اضافی نقول کے ساتھ اور اگر عرضی دعویٰ بہت طویل ہو یا مدعا علیھان کی تعداد بہت زیادہ ہو تو عدالت کی اجازت سے اتنی ہی تعداد میں دعوے کی نوعیت یا مطلوبہ داد رسی کے بارے میں مختصر بیان کی نقول بمعہ سمن فارم رجسٹری لفافہ اور طلبانہ فیس کے ساتھ پیش کریگا (حکم نمبر ۷ قاعدہ ۹)

(۱۱) مقدمہ کے کسی مرحلہ پر اگر کسی غیر مجاز عدالت سے عرضی دعویٰ کسی بااختیار عدالت میں پیش کئے جانے کیلئے واپس کیا جائے تو اس کی پشت پر جج صاحب اسکے ادخال کی تاریخ، تاریخ واپسی، پیش کنندہ کا نام اور واپسی کی وجوہات کا مختصر حال قلمبند کرے گا۔ (حکم ۷ قاعدہ نمبر ۱۰)

(۱۲) مدعی کیلئے لازم ہے کہ عرضی دعویٰ داخل کرتے وقت وہ ان دستاویزات کی ایک فہرست بھی بمعہ نقول عدالت میں پیش کرے جن پر وہ انحصار کرتا ہے اور جو دستاویزات مدعی کے پاس یا اسکے اختیار میں نہ ہوں تو انکے بارے میں بقدر امکان یہ بتائے کہ وہ کس کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ (حکم نمبر ۷ قاعدہ نمبر ۱۴، ۱۵)

(۱۳) عدالت مقدمے کے کسی مرحلے پر کسی فریق کو اجازت دے سکتی ہے کہ وہ اپنے دعویٰ یا جواب دعویٰ میں

مناسب شرائط کے تابع ایسا ردوبدل یا ترمیم کرے جو متنازعہ امر کے تصفیہ کیلئے ضروری ہو۔ (حکم ۶ قاعدہ نمبر ۱۷)

(۱۴) حکم نمبر ۷ کے قاعدہ نمبر ۱۹ کی رو سے ہر عرضی دعویٰ کے ساتھ مدعی کو اپنا ایسا پتہ بھی لکھ کر داخل کرنا چاہیئے جس پر اسے نوٹس یا سمن وغیرہ بھیجا جا سکے۔ بصورت دیگر اسی حکم کے قاعدہ نمبر ۲۱ کے تحت عدالت اپنے صوابدیدی اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے یا فریق مخالف کی درخواست پر اس مقدمہ کو خارج کر سکتی ہے۔

(۱۵) ایسی نوعیت کے مقدمات میں، جو مدعی کی وفات کے بعد بھی جاری رہیں یا ایک سے زیادہ مدعا علیہان کی صورت میں کسی ایک کی وفات پانے پر باقی مدعیان تک محدود نہ ہوں، عرضی دعوی کے ساتھ ایک بیان منسلک کیا جائے گا جس میں ان افراد کے نام و پتے درج ہوں جو مدعی کی وفات کے بعد قانونی ورثاء کی حیثیت سے فریق بنائے جائیں گے اور ان نامزد افراد کے نام و پتے بھی جو مدعی کی وفات کے بعد عدالت کو اسکے قانونی ورثاء کے نام اور دوسرے کوائف مہیا کرے اور انھیں فریق بنائے جانے کیلئے عدالت میں درخواست دے۔

استرداد عرضی دعویٰ: حکم نمبر ۷ کے قاعدہ نمبر ۱۱ کی رو سے اگر عرضی دعویٰ سے کوئی بنائے دعویٰ ظاہر نہ ہوتی ہو یا مطلوبہ دادرسی کا تعین مالیت کم کیا گیا ہو اور مدعی عدالت کی طرف سے مقررہ معیاد کے اندر اسکی تصحیح کرنے میں ناکام رہا ہو یا عرضی دعویٰ کم قیمت کے اسٹامپ پر تحریر ہوا ہو اور مدعی عدالت کے حکم کے باوجود مقررہ مدت کے اندر مطلوبہ اسٹامپ پیش کرنے میں ناکام رہا ہو۔ یا دعویٰ عرضی دعویٰ کے بیان کے مطابق کسی قانون کی رو سے ممنوع السماعت ہو تو عرضی دعویٰ مسترد کر دیا جائے گا۔ قاعدہ نمبر ۱۳ کی رو سے مندرجہ بالا کسی بھی وجہ کی بنا پر دعویٰ کا استرداد اس بنائے دعویٰ پر نیا دعویٰ دائر کرنے میں مانع نہیں ہوگا۔

جوابِ دعویٰ دائر کرنے کا طریقہ: کسی بھی دعوے کی صورت میں مدعا علیہ کیلئے لازم ہو جاتا ہے کہ وہ عدالت میں جوابِ دعویٰ داخل کرے تا کہ عدالت اس جھگڑے یا مقدمے کے سلسلے میں کسی فیصلہ تک پہنچ سکے۔ عرضی دعویٰ کے ضمن میں مذکور بعض احکام جوابِ دعویٰ میں بھی ملحوظ رکھے جائیں گے۔ جواب دعویٰ سے متعلق ضروری احکام حکم نمبر ۸ میں دئے ہوئے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں:

(۱) جوابِ دعویٰ مقدمہ کی پہلی سماعت کے وقت یا اس سے پہلے یا عدالت کی مقررہ میعاد کے اندر داخل کیا جا سکتا ہے جو ۳۰ دن سے زیادہ نہ ہو۔ (حکم نمبر ۸ کے قاعدہ نمبر ۱)۔

(۲) مدعا علیہ کیلئے لازم ہے کہ وہ اپنے جوابِ دعویٰ میں جملہ ایسے امور وضاحت کے ساتھ بیان کرے جن سے

ظاہر ہوتا ہو کہ مقدمہ قابلِ پیش رفت نہیں ہے یا یہ کہ معاملہ از روئے قانون باطل یا قابل ابطال ہے اور جملہ بنائے جواب دعویٰ بھی تحریر کرے تا کہ بعد میں ان کے سامنے آنے پر فریق مخالف کو فوراً جواب دینے میں وقت درپیش نہ ہو نہ ایسی تنقیحات واقعاتی پیدا ہوں جو عرضی دعویٰ سے نہ پیدا ہوتی ہوں۔ مثلاً فریب یا میعاد سماعت (Limitation) یا دستبرداری یا ادائیگی یا تعمیل معاہدہ یا ایسے واقعات جن سے جواز مقدمہ نہ ظاہر ہوتا ہو۔ (حکم ۸ قاعدہ ۲)

(۳) مدعا علیہ کیلئے لازم ہے کہ ماسوائے ہرجانہ، مدعی کی طرف سے پیش کئے گئے ہر واقعہ کی نسبت وضاحت کے ساتھ لکھے کہ اسکو تسلیم نہیں ہے۔اگر انکار وضاحت کے ساتھ نہ کیا جائے تو اسے تسلیم شدہ سمجھا جائے گا البتہ عدالت کو اختیار ہے کہ اسے کسی اور طرح ثابت کرنے کا حکم دے۔ (حکم ۸ قاعدہ ۳، ۵)

(۴) نقد رقم کی وصولی کے مقدمہ میں اگر مدعا علیہ بھی مدعی سے قانوناً زرنقد پانے کا حقدار ہونے کا دعوی کر رہا ہو تو وہ پہلی سماعت کے وقت مدعی کے ذمہ موجود اس قرض کی تفصیل پر مشتمل ایک تحریری بیان داخل کرے گا جس پر عدالت مناسب فیصلہ صادر کر سکتی ہے۔ (حکم ۸ قاعدہ ۶)

(۵) اگر مدعا علیہ اپنے دفاع میں متعدد بنائے جواب دعوی یا مجرا طلب (set off) سے استدلال کرے تو وہ سب، جہاں تک ممکن ہو، علیحدہ بیان کئے جائیں گے۔ (قاعدہ ۷)

(۶) مدعا علیہ سمن یا نوٹس وغیرہ میں دی گئی تاریخ کو یا اس سے پیشتر عدالت میں اپنا پتہ پیش کرے گا جس سے اس پر سمن یا نوٹس کی تعمیل ہو سکے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ دفاع مقدمہ سے محروم کر دیا جائے گا۔ ایسا حکم عدالت ازخود یا کسی مدعی کی درخواست پر دے سکتی ہے۔ (حکم نمبر ۸ قاعدہ ۱۱، ۱۲)

عدالت جس میں دعویٰ دائر کیا جائے گا ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۱۵ کی رو سے دعویٰ سب سے نچلے درجے کی مجاز عدالت میں دائر کیا جائے گا۔ اسی طرح دفعہ ۱۶ کی رو سے غیر منقولہ جائیداد بمعہ یا بغیر کرایہ و منافع کے حصول، تقسیم، فروخت، نیلام، فک الرھن یا کسی اور بار کو رفع کرنے یا ایسی جائیداد میں کسی حق یا مفاد کا تصفیہ کرنے یا اسے پہنچنے والے کسی نقصان کی تلافی کرنے یا اسے کسی کی تحویل یا قرقی سے چھڑانے سے متعلق مقدمات اس عدالت میں دائر کئے جائیں گے جسکی حدود اختیار کے اندر وہ جائیداد واقع ہو۔ البتہ بیع، نیلام، فک الرھن یا کسی اور بار کو رفع کرنے سے متعلق دعوے اس عدالت میں بھی دائر کئے جا سکتے ہیں جس کی حدود اختیار میں بنائے دعویٰ کلی یا جزوی طور پر پیدا ہوئی ہو۔ تاہم جو دعویٰ کسی ایسی غیر منقولہ جائیداد سے متعلق دادرسی یا نقصان کی تلافی کیلئے ہو جو مدعا علیہ کے قبضہ میں ہو اور خود اس کی تعمیلِ حکم سے مطلوبہ دادرسی کا حصول ممکن ہو تو اس

مجاز عدالت میں بھی دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے جہاں کہ مدعا علیہ حقیقتاً یا رضا کارانہ طور پر رہتا ہو یا کاروبار کرتا ہو۔ اسی طرح اگر ایسی جائیداد مختلف عدالتوں کے دائرہ اختیار میں واقع ہو تو دفعہ ۱۷ کی رو سے ایک ہی بنائے دعویٰ ہونے کی صورت میں دادرسی یا نقصان کی تلافی کیلئے کسی بھی ایسی عدالت میں دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے جس کے دائرہ اختیار کے اندر اس جائیداد کا کوئی جز و واقع ہو بشرطیکہ اسے تمام جائیداد کی مالیت کے برابر دعوی کی سماعت کا اختیار حاصل ہو۔ اسی طرح دفعہ ۱۸ کی رو سے اگر دو یا زیادہ عدالتوں کی حدود اختیار میں کسی غیر منقولہ جائیداد کے واقع ہونے کی بابت غیر یقینی صورتحال در پیش ہو تو ان میں سے کسی بھی عدالت میں ایسی جائیداد سے متعلق دعویٰ دائر کیا جا سکتا ہے جس پر وہ عدالت اس غیر یقینی صورتحال کی وجوہات کے بارے میں اطمینان حاصل کرنے کے بعد اس بابت بیان قلمبند کر کے اس جائیداد سے متعلق کسی بھی مقدمے کا فیصلہ کرے گی۔ اسی طرح اگر کسی کی ذات یا جائیداد کو نقصان کسی ایک عدالت کے حدود اختیار کے اندر پہنچا ہو اور مدعا علیہ دوسری عدالت کی حدود اختیار کے اندر رہتا ہو یا کاروبار یا منفعت بخش کام کرتا ہو تو دفعہ ۱۹ کی رو سے مدعی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق دونوں میں سے جس عدالت میں چاہے دعویٰ دائر کرے۔ دفعہ ۲۰ کی رو سے دیگر دعوے بھی اس عدالت میں دائر ہونگے جسکی حدود اختیار کے اندر مقدمہ شروع ہوتے وقت مدعا علیہ حقیقتاً رہتا ہو یا منفعت بخش کام یا کاروبار کرتا ہو۔ البتہ اگر مدعا علیھم ایک سے زیادہ ہوں تو کسی بھی ایسی عدالت میں مقدمہ دائر کیا جا سکتا ہے جسکی حدود اختیار میں ان میں سے کوئی ایک حقیقتاً رہتا ہو یا منفعت بخش کام یا کاروبار کرتا ہو بشرطیکہ دیگر مدعا علیھم اس پر معترض نہ ہوں اور عدالت اسکی اجازت دے۔ یا اس عدالت میں دائر کیا جا سکتا ہے جسکے حدود اختیار کے اندر بنائے دعویٰ کلی یا جزوی طور پر پیدا ہوئی ہو۔

مزید معلومات کے لئے حسبِ ذیل پتہ پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفیسر۔I

قانون و انصاف کمیشن

فون نمبر: 051-9208752

فیکس نمبر: 051-9214416

ای میل: ljcp@ljcp.gov.pk

پاکستان کی عدالت عظمیٰ اور اس کا دائرہ اختیار

عدالت عظمیٰ (سپریم کورٹ آف پاکستان) پاکستان میں عدل وانصاف کا اعلیٰ ترین ادارہ ہے۔ جو آئین کے آرٹیکل ۱۷۶ کے تحت قائم ہوا ہے۔ سپریم کورٹ چیف جسٹس کے علاوہ ۱۶ ججوں پر مشتمل ہے۔

دستور پاکستان کے تحت سپریم کورٹ کو تفویض کردہ اختیارات

دستور پاکستان کے تحت عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کو مندرجہ ذیل اختیارات حاصل ہیں۔

۱۔ ابتدائی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۴) (original writ jurisdiction)

۲۔ اپیل کی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۵) (appellate jurisdiction)

۳۔ انتظامی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیل کا دائرہ کار [آرٹیکل ۲۱۲ (۳)] (appellate jurisdiction against deccisions of the Administrative Courts and Tribunals)

۴۔ مشاورتی سماعت کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۶) (advisory jurisdiction)

۵۔ مقدمات کو منتقل کرنے کا اختیار [آرٹیکل ۱۸۶(۱)] (power to transfer cases from one High Court to another High Court)

۶۔ فیصلوں یا احکام پر نظر ثانی کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۸) (review of judgment or order by the Supreme Court)

۷۔ حکم ناموں کے اجراء اور تعمیل کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۷) (issue and execution of processes of Supreme Court)

۸۔ سیاسی جماعتوں کی کالعدمی کے خلاف اپیل کا اختیار (آرٹیکل ۱۷) (appeal against declaration of dissolution of political parties)

۹۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار [آرٹیکل ۲۰۳(f)]

(appeal against decision of Federal Shariat Court)

۱۰۔ توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت دی گئی سزا کے خلاف اپیل (appeal in contempt cases)

۱۱۔ کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت اپیل کی سماعت کا اختیار (appeal in respect of cases under the Companies Ordinance 1984)

۱۔ ابتدائی اختیار سماعت (آرٹیکل ۱۸۴)

(original jurisdiction of Supreme Court)

اس آرٹیکل کی رو سے عدالت عظمیٰ کو ملک کے کسی دو صوبوں یا وفاق کی صوبے یا صوبے کی وفاق کے خلاف کسی بھی تنازعہ پر ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہے۔ ایسی صورت میں عدالت عظمیٰ استقراریہ حکم (declaratory judgment) جاری کرسکتی ہے۔

اسی آرٹیکل کی ذیلی دفعہ (۳) کے تحت آئین میں درج شدہ بنیادی حقوق کا تحفظ اور اُن کو یقینی بنانا بھی سپریم کورٹ کی ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کیلئے آئین کے تحت تفویض کردہ ایسے بنیادی حقوق جن میں مفاد عامہ (public importance) کا سوال اٹھایا گیا ہو، عدالت عظمیٰ از خود نوٹس لیتے ہوئے کسی درخواست پر کاروائی کرسکتی ہے اور مناسب حکم جاری کرسکتی ہے۔

۲۔ اپیل کا اختیار سماعت (آرٹیکل ۱۸۵)

(appellate jurisdiction of Superme Court)

1۔ اس اختیار کے تحت عدالت ہذا کو کسی بھی عدالت عالیہ (High Court) کے صادر کردہ حتمی فیصلوں یا سزاؤں کے خلاف اپیلوں کی سماعت کرنے اور ان پر فیصلہ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ یہ کارروائی متاثرہ فریق یا کسی بھی شخص کی درخواست پر کی جاسکتی ہے۔

2۔ کسی بھی فیصلے، ڈگری یا احکام کے خلاف اپیل ان صورتوں میں دائر کی جاسکے گی۔

الف۔ اگر عدالت عالیہ نے اپیل پر کسی ملزم کے بری ہونے کے حکم کو بدل دیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید کی سزا دے دی ہو، یا

ب۔ اگر عدالت عالیہ نے کسی ماتحت عدالت سے کوئی مقدمہ اپنے پاس منتقل کرلیا ہو اور اس مقدمہ میں ملزم کو مجرم قرار دے کر مذکورہ بالا کوئی سزا دی ہو، یا

ج۔ اگر عدالت عالیہ نے کسی شخص کو توہین عدالت کے سلسلہ میں سزا سنائی ہو، یا

د۔ اگر مالیت مقدمہ ابتدائی عدالت میں پچاس ہزار روپے یا جو کسی قانون کے ذریعہ مقرر کردہ رقم سے کم نہ ہو اور اس ڈگری یا حتمی حکم کو عین ماتحت عدالت نے بدل دیا ہو یا منسوخ کردیا ہو، یا

ہ۔ اگر عدالت عالیہ اس امر کی تصدیق کردے کہ مقدمہ میں دستور کی تعبیر کے بارے میں کوئی اہم قانونی مسئلہ درپیش ہے۔

3۔ البتہ مندرجہ بالا تمام امور میں جہاں اپیل کا حق نہ ہو یا عدالت عالیہ (High Court) سرٹیفکیٹ نہ دے تو پھر ایسی ڈگری، حکم، سزا جو درج بالا ضمن میں شامل نہ ہو، کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کی اجازت سے دائر کی جاسکتی ہے۔

۳۔ انتظامی عدالتوں اور ٹریبونل کے کسی فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف اپیل [آرٹیکل ۲۱۲(۳)]

(appeal against decisions of Administrative Courts and Tribunals)

عدالت عظمیٰ کو مذکورہ آرٹیکل کے تحت انتظامی عدالتوں یا ٹریبونل جو آرٹیکل ۲۱۲(۳) کے تحت قائم کئے گئے ہوں، کے فیصلوں کے خلاف اپیل سننے کا اختیار دیا گیا ہے بشرطیکہ عدالت عظمیٰ اس بات سے مطمئن ہو کہ مقدمے میں مفاد عامہ سے متعلق اہم قانونی کوئی نکتہ اٹھایا گیا ہے۔

واضح رہے کہ ملک میں آرٹیکل ۲۱۲ کے تحت وفاقی اور صوبائی سطح پر سروس ٹریبونل (Service Tribunals) قائم ہیں جس کے فیصلوں کے خلاف اسی طریقہ کار سے اپیل دائر کی جاسکتی ہے۔

۴۔ مشاورتی اختیار سماعت (آرٹیکل ۱۸۶) **(advisory jurisdiction)**

اگر کسی وقت صدر مملکت مناسب خیال کرے کہ کسی قانونی مسئلے کے بارے میں، جس کو وہ عوامی اہمیت (public importance) کا حامل خیال کرتا ہو، عدالت عظمیٰ کی رائے حاصل کی جائے تو اس مسئلے کو عدالت عظمیٰ کے غور کیلئے بھیج سکتا ہے۔ قانونی اصطلاح میں اسے ریفرنس (Reference) کہا جاتا ہے۔ عدالت عظمیٰ معاملہ سننے کے بعد مسئلے پر اپنی رائے صدر مملکت کو بھیجتی ہے۔

۵۔ مقدمات کو منتقل کرنے کا اختیار [آرٹیکل ۱۸۶(۱)]

(power to transfer cases from one High Court to another High Court)

آئین کے آرٹیکل ۱۸۶(۱) کے تحت عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ انصاف کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کسی مقدمہ، اپیل، دیگر کاروائی کو، جو کسی عدالت عالیہ (High Court) کے سامنے زیر سماعت ہو، کسی دوسری عدالت عالیہ میں منتقل کر سکے۔

۶۔ فیصلوں یا احکام پر نظر ثانی کا اختیار (آرٹیکل ۱۸۸)

(review of judgments or orders)

آرٹیکل ۱۸۸ کے تحت عدالت عظمیٰ کو اپنے فیصلوں یا احکام پر بھی نظر ثانی کا اختیار حاصل ہے۔ نظر ثانی کی درخواست اس وقت پیش کی جاسکتی ہے جب کوئی اہم اور نیا معاملہ یا شہادت درخواست گذار کے علم میں فیصلے کے بعد آیا ہو یا بوقت ڈگری یا اجراء حکم باوجود مناسب کوشش کے پیش کرنے سے قاصر رہا ہو۔ یا یہ درخواست اس وقت پیش کی جاسکتی ہے جب فیصلے میں کوئی غلطی ظاہر ہو۔ نظر ثانی کی درخواست فیصلے کے ۳۰ یوم کے اندر پیش کرنی لازمی ہے۔ مزید یہ کہ درخواست کے ساتھ دس ہزار روپیہ بطور زر ضمانت داخل کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حکم ناموں کا اجراء اور تعمیل (آرٹیکل ۱۸۷)

(issue and execution of processes of Supreme Court)

آرٹیکل ۱۸۷ کے تحت عدالت عظمیٰ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ انصاف کے تقاضوں کے مدنظر ایسے احکامات جاری کرے جو کسی مقدمہ یا معاملہ میں مکمل انصاف دینے کیلئے ضروری ہوں۔ اس ضمن میں عدالت عظمیٰ کسی شخص کو حاضر کئے جانے کا حکم یا کسی دستاویز کو برآمد کرنے یا پیش کرنے کا حکم دے سکتی ہے۔ ایسا کوئی حکم یا ڈگری پاکستان بھر میں قابل نفاذ ہوگی اور اگر تعمیل کسی صوبے یا علاقہ میں کی جانی ہو یا کسی ایسے علاقہ میں کی جانی ہو جو کسی صوبے کا حصہ نہ ہو، لیکن اس صوبے کی عدالت عالیہ (High Court) میں شامل ہو تو اس کی تعمیل اسی طرح کی جائے گی گویا کہ یہ حکم اس صوبے کی عدالت عالیہ نے جاری کیا ہو۔ کوئی ایسا حکم، ہدایت یا فیصلہ اگر کسی مخصوص عدالت عالیہ کے ذریعے نافذالعمل کروانا مقصود ہو، تو متعلقہ عدالت عالیہ کا تعین عدالت عظمیٰ کرے گی۔

۸۔ سیاسی جماعتوں کی کالعدمی کے خلاف اپیل کا اختیار (آرٹیکل ۱۷)

(appeal againt declaration of dissolution of political parties)

آئین کے آرٹیکل ۱۷ اور پولیٹیکل پارٹیز آرڈر کی دفعہ ۱۵ کے تحت، مرکزی حکومت کسی سیاسی جماعت پر اس وقت پابندی لگا سکتی ہے جب اسے اطمینان ہو جائے کہ اس سیاسی جماعت کو کسی باہر کے ملک سے مدد آتی ہے یا ملکی سالمیت یا حاکمیت اعلیٰ کے خلاف کام کر رہی ہے یا تخریب کاری میں ملوث ہے۔ مرکزی حکومت اس بات کی پابند ہے کہ سیاسی جماعت سے متعلق کالعدمی کا اعلان ۱۵ یوم کے اندر اندر عدالت عظمیٰ میں پیش کرے جس پر عدالت ضروری کاروائی کے بعد فیصلہ دے گی اور یہ فیصلہ حتمی ہوگا۔

۹۔ وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کی سماعت کا اختیار [آرٹیکل ۲۰۳(f)]

(appeal against decisions of Federal Shariat Court)

وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف کوئی متاثرہ فریق (aggrieved party) عدالت عظمیٰ میں اپیل دائر کرسکتا ہے۔ اپیل مندرجہ ذیل وجوہات (conditions) کی بناء پر ہوگی۔

(الف)۔ اگر وفاقی شرعی عدالت نے اپیل پر کسی ملزم شخص کا کوئی حکم بریت منسوخ کردیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید یا چودہ سال سے زائد مدت کیلئے سزائے قید دی ہو، یا نظر ثانی پر مذکورہ بالا طور پر کسی سزا میں اضافہ کر دیا ہو۔

(ب)۔ اگر وفاقی شرعی عدالت نے کسی شخص کو توہین عدالت پر کوئی سزا دی ہو۔

(ج)۔ اگر کسی مقدمہ میں جس پر ان امور کا اطلاق نہ ہوتا ہو تو پھر وفاقی شرعی عدالت کی کسی تجویز، فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف کوئی اپیل عدالت عظمیٰ کی اجازت (leave to appeal) سے دائر ہوگی۔

واضح رہے کوئی فریق مذکورہ فیصلے کے ساٹھ یوم کے اندر عدالت عظمیٰ میں اپیل داخل کرسکتا ہے۔ جبکہ وفاق یا صوبے کی طرف سے اپیل مذکورہ فیصلے کے چھ ماہ کے اندر داخل کی جاسکتی ہے۔

۱۰۔ توہین عدالت ایکٹ ۱۹۷۶ء کے تحت دی گئی سزا کے خلاف اپیل

(appeal in contempt cases)

توہین عدالت کیس میں عدالت عظمیٰ کے عبوری یا حتمی فیصلے کے خلاف اپیل بھی اسی عدالت میں دائر کی جا سکتی ہے جسے عدالت عظمیٰ کے باقی ماندہ ججوں پر مشتمل بنچ (bench) سنتی ہے۔ واضح رہے کہ عدالت عالیہ (High Court) کے ڈویژن بنچ (Division Bench) کے فیصلہ کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ میں ۶۰ دن کے اندر دائر کی جائے گی، جبکہ عدالت عظمیٰ کے فیصلہ یا حکم کے خلاف اپیل ۳۰ دن کے اندر دائر کی جائے گی۔

۱۱۔ کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت اپیل کی سماعت کا اختیار

(appeal in respect of cases under Companies Ordinance 1984)

کمپنی آرڈیننس ۱۹۸۴ء کی دفعہ ۱۰ کے تحت کمپنی بنچ کے ان فیصلوں کے خلاف عدالت عظمیٰ (Supreme Court) کے پاس اپیل دائر کی جاسکتی ہے، جہاں کمپنی زیر تحلیل (wound-up) کا سرمایہ کم از کم دس ملین روپے ہو، تاہم اگر کمپنی زیر تحلیل (wound-up) کا سرمایہ دس ملین سے کم ہو تو اپیل صرف اسی صورت میں دائر ہو سکے گی جبکہ

عدالت عظمٰی اپیل دائر کرنے کی اجازت(leave to appeal) دے۔

آرٹیکل ۱۸۹ کے تحت عدالت عظمٰی کا کوئی فیصلہ جو کسی قانون کی تشریح یا کسی قانون کے اصولوں کا تعین کرتا ہو اس کی پابندی پورے پاکستان کی تمام عدالتوں پر لازمی ہے۔ آرٹیکل ۱۹۰ کے تحت پورے پاکستان کے حکام عاملہ و عدلیہ(execitive and judicial authorities) عدالت عظمٰی کی معاونت کرنے کے پابند ہیں۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتہ پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفیسر-II

قانون وانصاف کمیشن

فون نمبر 9220483 , 051-9209412

فیکس نمبر 051-9214416

ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

وفاقی شرعی عدالت کا قیام اور دائرہ اختیار

آئین کے آرٹیکل ۲۰۳۔سی (203-C) کے تحت ۱۹۸۰ء میں وفاقی شرعی عدالت کا قیام عمل میں آیا۔ یہ عدالت بشمول چیف جسٹس آٹھ مسلم ججوں جن میں تین عالم جج صاحبان بھی شامل ہیں، پر مشتمل ہے، جن کا تقرر صدر مملکت تین سال کیلئے کرتا ہے، البتہ اس مدت میں توسیع بھی ہوسکتی ہے۔

عدالت کا صدر مقام اسلام آباد ہے، لیکن اسکا انعقاد / اجلاس وقتاً فوقتاً پاکستان کے کسی بھی مقام پر ہوسکتا ہے۔ چاروں صوبوں کی ہائی کورٹ کے احاطے میں فیڈرل شریعت کورٹ کی برانچ رجسٹری بھی ہے جن میں علاوہ صدر مقام کے مقدمہ رجسٹر اور سماعت ہوسکتی ہے۔

(۱) ابتدائی سماعت کا اختیار (jurisdiction)

آئین کے آرٹیکل ۲۰۳۔ڈی (203-D) کے تحت وفاقی شرعی عدالت ازخود (on its own motion) یا کسی شہری یا وفاقی یا صوبائی حکومت کی درخواست پر اس امر کا جائزہ لیتی ہے کہ آیا کوئی قانون یا اسکی کوئی شق اسلامی احکام (قرآن وسنت) سے متصادم تو نہیں۔ ایسی صورت میں اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ کوئی موجودہ قانون یا اس کی کوئی شق اسلامی احکام کے منافی ہے تو وہ وفاقی یا صوبائی حکومت کو جیسی بھی صورت ہو، نوٹس دیکر ان قوانین کی صراحت کرے گی جو عدالت کی نظر میں احکام شریعت کے منافی ہیں۔ فریقین کا نقطہ نظر سننے کے بعد اگر عدالت اس نتیجے پر پہنچے کہ متذکرہ قانون یا اس کی کوئی شق اسلامی شریعت کے منافی ہے تو ساتھ ہی یہ ہدایت بھی جاری کرتی ہے کہ وفاقی یا صوبائی حکومت متذکرہ قانون یا اس کے حصے میں ایک خاص مدت تک (جس کا تعین عدالت خود کرتی ہے) مقررہ ترمیم کردے، مقررہ مدت گذرنے کے بعد اس قانون یا اس کی شق پر عمل درآمد غیر موثر ہو جائے گا (ceased to have effect) البتہ اگر اس حکم کے خلاف عدالت عظمیٰ (Supreme Court) میں اپیل دائر ہو جائے تو پھر ان احکامات پر عمل درآمد اس وقت تک موخر ہو جائے گا جب تک عدالت عظمیٰ اپیل پر اپنا فیصلہ صادر نہ کردے۔

(۲) اپیل کی سماعت کا اختیار (appellate jurisdiction)

ماتحت فوجداری عدالت کا کوئی فیصلہ یا حکم جو حدود یا تعزیر کے زمرے میں آتا ہو، جسکا تعلق حدود آرڈیننس (Hudood Ordinance) کے جرائم یعنی سرقہ (theft)، زنا (adultry)، قذف (defamation) اور شراب

نوشی (drinking liable to hadd) سے ہو، کے خلاف اپیل ۳۰ دن کے اندر وفاقی شرعی عدالت میں دائر ہوسکتی ہے۔

(۳) اختیار نگرانی (revisional jurisdiction)

(۱) آئین کے آرٹیکل ۲۰۳۔ڈی ڈی (203-DD) کے تحت اگر عدالت محسوس کرے کہ حدود قوانین کے تحت صادر کردہ کسی فیصلے میں بے ضابطگی ہوئی ہے یا منشاء قانون کا خیال نہیں رکھا گیا ہے یا کوئی ایسا سقم رہ گیا ہے، جسے درست کرنا ضروری ہے تو وفاقی عدالت از خود کسی بھی مقدمے کا ریکارڈ طلب کرسکتی ہے تاکہ اس امر کا جائزہ لیا جاسکے کہ کسی غلطی یا قانونی سقم کی بناء پر ملزم کو ایسی سزا تو نہیں دے دی گئی ہے جو کہ جرم کی نوعیت سے مطابقت نہ رکھتی ہو۔ ایسی صورت میں عدالت کسی بھی صادر کردہ فیصلے پر سزا کی تعمیل اس وقت تک روک سکتی ہے جب تک عدالت اس مقدمے کا جائزہ مکمل نہیں کر لیتی، ایسی صورت میں اگر ملزم زیر حراست ہو تو اسے ضمانت یا ذاتی مچلکہ پر رہا کیا جاسکتا ہے۔

(۲) عدالت کسی بھی ایسے مقدمہ میں جسکا ریکارڈ اس نے طلب کیا ہو، اگر مناسب خیال کرے تو سزا میں اضافہ بھی کرسکتی ہے البتہ عدالت اس آرٹیکل کے تحت کسی ملزم کو، جسے عدالت ماتحت نے رہا کر دیا ہو، اس کی رہائی کے حکم کو منسوخ کر کے سزا نہیں دے سکتی اور نہ ہی ملزم کو سماعت کا موقع دیئے بغیر ایسا حکم صادر کرسکتی ہے جو اس کے مفاد کے خلاف ہو۔

(۴) وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل

(appeal against decisions of Federal Shariat Court)

آرٹیکل ۲۰۳۔ ایف (203-f) کے تحت عدالت کے کسی فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف متاثرہ فریق (aggrieved party) ساٹھ یوم کے اندر عدالت عظمیٰ کے شریعت اپیلٹ بنچ میں اپیل دائر کرسکتا ہے۔ تاہم اگر متاثرہ فریق وفاقی یا صوبائی حکومت ہو تو وہ چھ ماہ کے اندر اپیل دائر کر سکتے ہیں۔ شریعت اپیلٹ بنچ تین مسلم ججوں اور دو علماء پر مشتمل ہوتی ہے۔ ایسی اپیل مندرجہ ذیل وجوہات (conditions) کی بناء پر ہوسکتی ہے۔

(الف) اگر وفاقی شرعی عدالت نے اپیل پر کسی ملزم شخص کا کوئی حکم بریت منسوخ کر دیا ہو اور اسے سزائے موت یا عمر قید یا چودہ سال سے زائد مدت کیلئے سزائے قید دی ہو یا نظر ثانی پر مذکورہ بالا طور پر کسی سزا میں اضافہ کر دیا ہو۔

(ب) اگر وفاقی شرعی عدالت نے کسی شخص کو توہین عدالت پر کوئی سزا دی ہو۔

کسی مقدمہ میں، جس پر ان امور کا اطلاق نہ ہوتا ہو، وفاقی شرعی عدالت کے کسی فیصلے، حکم یا سزا کے خلاف اپیل عدالت عظمیٰ کی شریعت اپیلٹ بنچ (shariat appellate bench) کی اجازت (leave to appeal) سے ہی دائر ہوگی۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتہ پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفیسر-II
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9209412 , 9220483
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

عدالت عالیہ اور اس کا دائرہ اختیار

(Jurisdiction of High Court)

آئین کے آرٹیکل ۱۷۵ کے تحت قائم عدالتِ عالیہ (High Court) صوبے کی سطح پر ملک کی سب سے بالا عدالت ہے جس کی تشکیل آئین کے آرٹیکل ۱۹۲ کے تحت کی جاتی ہے۔ مذکورہ آرٹیکل کی ذیلی شق ۱ کی رو سے عدالت عالیہ چیف جسٹس کے علاوہ اتنے دیگر ججوں پر مشتمل ہوتی ہے جن کی تعداد قانون کے ذریعے متعین کی جاتی ہے۔ ہر صوبے کی عدالت عالیہ کا صدر دفتر اس صوبے کے صدر مقام میں واقع ہونے کی وجہ سے ان کے صدر دفاتر لاہور، پشاور، کراچی اور کوئٹہ میں جب کہ ان کے بنچ دیگر شہروں میں بھی قائم ہیں۔ عدالت عالیہ لاہور کے بنچ بہاولپور، ملتان اور راولپنڈی میں ،عدالت عالیہ سندھ کا ایک بنچ سکھر میں، عدالت عالیہ پشاور کے بنچ ایبٹ آباد اور ڈیرہ اسمٰعیل خان میں اور عدالت عالیہ بلوچستان کا ایک بنچ سبی میں قائم ہے۔ ہر بنچ کے علاقائی حدود متعین ہیں لہذا کسی بھی بنچ کی حدود میں رہائش پزیر شخص عدالت عالیہ کے حدود اختیار میں آنے والا کوئی بھی مقدمہ یا اپیل اسی بنچ میں دائر کرسکتا ہے۔

(۱) عدالت عالیہ کا ابتدائی اختیارِ سماعت:

(الف) آئین کے تحت: آئین کے آرٹیکل ۱۹۹ کے تحت اگر عدالتِ عالیہ مطمئن ہو کہ قانون میں کسی اور مناسب چارہ جوئی کا متبادل انتظام موجود نہیں ہے تو وہ حسبِ ذیل احکامات جاری کرسکتی ہے۔

(۱) کسی متاثرہ شخص (aggrieved person) کی درخواست پر اپنے علاقائی اختیار سماعت کے اندر وفاق، کسی صوبے یا کسی ہیئت مجاز کے امور کے سلسلے میں فرائض انجام دینے والے کسی شخص کو ہدایت دے سکتی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام کرنے سے اجتناب کرے جس کے کرنے کی اسے قانوناً اجازت نہیں ہے یا کوئی ایسا کام سرانجام دے جو قانون کی رو سے اس پر واجب ہے۔

(۲) کسی متاثرہ شخص کی درخواست پر یہ قرار دے سکتی ہے کہ اس کے علاقائی اختیار سماعت کے اندر وفاق، کسی صوبے یا ہیت مجاز کی طرف سے انجام دیا ہوا کوئی فعل یا کاروائی قانونی اختیار کے بغیر کی گئی ہے اور وہ کوئی قانونی اثر نہیں رکھتی۔

(۳) کسی بھی متاثرہ شخص یا کسی دیگر شخص کی درخواست پر یہ حکم دے سکتی ہے کہ اس کے علاقائی اختیار سماعت میں زیرِ حراست کسی شخص کو اس کے سامنے پیش کیا جائے تا کہ عدالت ذاتی طور پر اطمینان کر سکے کہ اسے قانونی

اختیار کے بغیر یا کسی غیر قانونی طریقے سے زیر حراست تو نہیں رکھا جا رہا ہے۔

(۴) کسی بھی متاثرہ شخص یا کسی دیگر شخص کی درخواست پر اپنے علاقائی اختیار سماعت میں کسی عہدے پر فائز شخص کو حکم دے سکتی ہے کہ وہ ظاہر کرے کہ وہ کس قانونی اختیار کے تحت اس عہدے پر فائز ہونے کا دعویدار ہے۔

(۵) کسی بھی متاثرہ شخص یا کسی دیگر شخص کی درخواست پر بذریعہ حکم اپنے علاقائی اختیارِ سماعت کے اندر کسی علاقے میں یا اس علاقے کے بارے میں اختیار کو استعمال کرنے والے کسی شخص یا ہیت مجاز بشمول کسی حکومت کو ایسی ہدایات دے سکتی ہے جو آئین کے حصہ دوم کے باب اول میں بیان کردہ بنیادی حقوق مثلاً فرد کی سلامتی، گرفتاری اور نظر بندی سے تحفظ، غلامی اور بیگار وغیرہ کی ممانعت، مئوثر بہ ماضی سزا سے تحفظ، تقریر وغیرہ کی آزادی، مذہب کی آزادی اور حقوق جائیداد کا تحفظ وغیرہ میں سے کسی حق کے تحفظ کیلئے موزوں ہوں۔

(ب) دیگر قوانین کے تحت: آئین کے علاوہ مختلف قوانین کے تحت بھی عدالت عالیہ کو ابتدائی اختیار سماعت حاصل ہے مثلاً ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۲۴ کی رو سے عدالت عالیہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ فریقین میں سے کسی کی درخواست پر اپنے روبرو دائر کسی بھی زیر سماعت مقدمہ اپیل یا دیگر کاروائی کو سماعت یا فیصلے کے لئے کسی ماتحت عدالت کو منتقل کر دے یا کسی ماتحت عدالت میں زیر سماعت مقدمے، اپیل یا دیگر کاروائی کو اس سے واپس لے کر خود اسکی سماعت کرے یا اسے کسی دیگر با اختیار ماتحت عدالت کو یا واپس اسی عدالت کو منتقل کر دے۔ سول کورٹس آرڈیننس ۱۹۶۲ (Civil Courts Ordinance,1962) کی دفعہ ۷ کی رو سے صوبہ سندھ میں ضلع کراچی کی حد تک ایسے مقدمات کی سماعت، جن کی مالیت ۳۰ لاکھ روپے سے زائد ہو، عدالت عالیہ کرے گی۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۵۶۱ (الف) کی رو سے عدالت عالیہ انصاف رسانی کی خاطر ضابطہ مذکور کے کسی حکم کی تعمیل یا کسی عدالتی کاروائی کے غلط استعمال کے انسداد کیلئے کوئی بھی ضروری حکم جاری کر سکتی ہے۔ اسی طرح ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۹۹ (ب) کی رو سے کوئی بھی شخص صوبائی حکومت کی طرف سے کسی اخبار یا دیگر دستاویز کی ضبطی کے حکم کی منسوخی کیلئے دو مہینے کے اندر اس بنیاد پر عدالت عالیہ میں درخواست دے سکتا ہے کہ ضبطی شدہ اخبار یا دستاویز میں بغاوت یا فساد پر اکسانے والا یا ایسی نوعیت کا دیگر مواد موجود نہیں ہے جو دفعہ ۹۹ (الف) کے تحت قابل ضبطی ہو۔ بینکنگ کمپنیز آرڈیننس ۱۹۶۲ (Banking Companies Ordinance,1962) کی دفعہ ۶۱ کے تحت بھی کسی بھی زیر تحلیل بینکنگ کمپنی (Banking Company) کی طرف سے یا اسکے خلاف کلیم اور متعلقہ دیگر معاملات کے فیصلے کا اختیار خصوصی طور پر ہائی کورٹ ہی کو حاصل ہے۔ اسی طرح اس قانون کی دفعہ ۶۹ کے تحت اگر عدالت عالیہ مناسب سمجھے تو اس آرڈیننس کے تحت قابل سزا کسی ایسے جرم کی سرسری سماعت کر سکتی ہے جسکا ارتکاب زیر تحلیل کمپنی کی ترقی اور تشکیل میں شامل کسی شخص یا اسکے کسی ڈائریکٹر، منیجر یا دیگر آفسر نے کیا ہو اور اگر اس دوران اس پر ضابطہ فوجداری

کے کسی جرم کا الزام بھی عائد کیا گیا ھو تو عدالت عالیہ کو اسکی سماعت کا بھی اختیار حاصل ھوگا۔ اسی طرح اس کی دفعہ ۸۴ کی رو سے اسٹیٹ بینک کے کسی با اختیار آفسر کی تحریری شکایت پر دفعہ ۸۳ کے تحت قابل سزا بعض جرائم کی سماعت بھی صرف عدالت عالیہ ہی کرے گی۔ کمپنیز آرڈیننس ۱۹۸۴(Companies Ordinance, 1984) کی دفعہ ۷ کی رو سے بھی اس آرڈیننس کے تحت عدالت عالیہ ھی بااختیار عدالت ہے تاہم وفاقی حکومت سرکاری گزٹ میں اعلان کے زریعے اگر چاہے تو مشروط طور پر سارے یا بعض اختیارات کسی دیوانی عدالت کو تفویض کرسکتی ہے۔ مذکورہ آرڈیننس کی دفعہ ۸ کی رو سے ہر عدالت عالیہ میں ایک یا زیادہ کمپنی بنچ تشکیل دیئے جائیں گے جو دفعہ ۷ کے تحت عدالت عالیہ کو حاصل اختیارات استعمال کرینگے۔

عدالت عالیہ بحیثیت عدالتِ اپیل: عدالتِ عالیہ میں ماتحت دیوانی اور فوجداری دونوں طرح کی عدالتوں کے فیصلوں کے خلاف اپیلیں دائر کی جاسکتی ہیں۔

دیوانی اپیلیں: ضابطہ دیوانی مجریہ ۱۹۰۸ء کی دفعہ ۹۶ کی رو سے ہر اس ڈگری (decree) کے خلاف اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جاسکتی ہے جو کسی عدالت نے اپنا ابتدائی اختیار سماعت استعمال کرتے ہوئے جاری کی ہو۔ مذکورہ ضابطے کی دفعہ ۱۰۰ کی رو سے کسی بھی ماتحت عدالت اپیل کے فیصلے کے خلاف دوسری اپیل مندرجہ ذیل بنیادوں پر عدالت عالیہ میں دائر کی جاسکتی ہے:۔

(۱) ماتحت عدالت کا فیصلہ کسی قانون یا ایسے رواج کے خلاف ہو جسے قانون کا درجہ حاصل ہو۔

(۲) فیصلہ ایسے ٹھوس قانونی یا دستوری حقائق کا تصفیہ کرنے میں ناکام رہا ہو۔

(۳) اس ضابطے یا کسی اور قانون کے فراہم کردہ ضابطے کو اپنانے میں ایسی بنیادی غلطی یا نقص رہ گیا ہو جو ممکنہ طور پر کسی مقدمے کا میرٹ کی بنیاد پر فیصلہ کرنے میں غلطی یا نقصان کا باعث بن سکتا ھو۔

دیوانی نوعیت کی حسب ذیل اپیلیں عدالت عالیہ میں دائر کی جائیں گی۔

(۱) سول کورٹس آرڈیننس ۱۹۶۲ کی دفعہ ۱۸ کی رو سے سول جج کی جاری کردہ ایسی ڈگری کے خلاف اپیل جسکی مالیت صوبہ سندھ، صوبہ سرحد اور صوبہ بلوچستان میں 5 لاکھ اور صوبہ پنجاب میں ۲ لاکھ سے زیادہ ہو، عدالت عالیہ میں دائر کی جائے گی۔

(۲) ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۱۰۴ کی رو سے دفعہ ۳۵۔الف اور دفعہ ۹۵ کے تحت غلط بیانی یا ایذاء رسانی پر مبنی دعوے سے متاثرہ شخص کی درخواست پر اسکے نقصان کی تلافی کیلئے دوسرے فریق کو معاوضے کی ادائیگی کے حکم کے

خلاف اپیل کی سماعت عدالت عالیہ کرے گی بشرطیکہ مذکورہ فیصلہ اس عدالت نے عدالت اپیل ہونے کی حیثیت سے نہ کیا ہو۔

(۳) قانونِ کرایہ داری کے تحت رینٹ کنٹرولر کے کسی حکم سے متاثرہ شخص ۳۰ یوم کے اندر عدالتِ عالیہ میں اپیل دائر کر سکتا ہے

(۴) انکم ٹیکس آرڈیننس ۲۰۰۱ء کی دفعہ ۱۳۲ کی رو سے اگر اپیل کی سماعت کرنے والے ٹربیونل کے کسی فیصلے میں قانون کا کوئی سوال درپیش ہو تو اسے عدالتِ عالیہ بھجوائے جانے کیلئے ٹربیونل میں ۹۰ دن کے اندر درخواست دائر کی جا سکتی ہے اور اگر ٹربیونل مطمئن ہو تو وہ ایسی درخواست موصول ہونے کے ۹۰ دن کے اندر اسے ہائی کورٹ بھجوائے گی۔ تاہم اگر ٹربیونل اسے ہائی کورٹ بھجوانے سے انکار کر دے تو اپیل کنندہ یا کمشنر ۱۲۰ دن کے اندر ہائی کورٹ میں براہ راست درخواست دے سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ذیلی دفعہ ۱ کے تحت دائر شدہ درخواست ٹربیونل اس بنیاد پر مسترد کر دے کہ یہ مقررہ وقت سے ماورئی دائر کیا گیا ہے تو اس کے خلاف بھی ۳ مہینے کے اندر اپیل ہائی کورٹ میں دائر کی جا سکتی ہے۔

(۵) مغربی پاکستان قواعد برائے معاوضہ محنت کشان، ۱۹۶۱ء (Wrokmen's Compensation Rules, 1961) کی دفعہ ۲۱ کی رو سے کمشنر برائے معاوضہ محنت کشان کے حسبِ ذیل احکامات کے خلاف اپیل عدالتِ عالیہ میں دائر کی جائے گی۔

(a) یکمشت (lumpsum) معاوضے کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کا حکم

(b) نصف ماہوار ادائیگی رقم برائے تلافی کی عدم منظوری کا حکم

(c) معاوضے کی رقم فوت شدہ محنت کش کے زیر کفالت افراد میں تقسیم کرنے کا حکم یا کسی زیرِ کفالت فرد کے دعوے کی نامنظوری کا حکم

(d) زرتلافی (amount of imdemnity) سے متعلق کسی دعوے کی منظوری یا نامنظوری کا حکم

(e) معاہدے کے میمورنڈم (memorandum of agreement) کی رجسٹریشن یا عدم رجسٹریشن سے متعلق کوئی حکم، ایسی اپیل دائر کرنے کی معیاد ۶۰ دن ہے۔

(۶) فیملی کورٹس ایکٹ ۱۹۶۴ء (Family Courts Act, 1964) کی دفعہ ۱۴ کی رو سے عائلی عدالت کے ایسے فیصلے کے خلاف اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جائے گی جو ڈسٹرکٹ جج یا ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج نے بحیثیت عائلی جج کیا ہو تاہم مہر اور نفقہ سے متعلق ایسے فیصلے کے خلاف اپیل کا حق اس شرط سے مشروط ہے کہ مہر کی مقرر کردہ مالیت ۱۵ ہزار اور ماھانہ نفقے کی مالیت ایک ہزار سے زیادہ ہو۔

(۷) کاپی رائٹ آرڈیننس ۱۹۶۲(Copyright Ordinance, 1962) کی دفعہ ۷۷ کی رو سے بورڈ کے کسی حتمی فیصلے یا حکم سے متاثرہ شخص ۳ مہینے کے اندر اس کے خلاف اس عدالت عالیہ میں اپیل دائر کرسکتا ہے جس کے دائرہ اختیار کے اندر وہ رہائش پزیر ھو یا کوئی کاروبار یا منفعت بخش کام کرتا ھو۔

(۸) بیمہ آرڈیننس ۲۰۰۰ (The Insurance Ordinance, 2000) کی دفعہ ۱۲۴ کی ذیلی دفعہ ۲ کی رو سے متنازعہ کلیم یا جرمانے کی مالیت ایک لاکھ سے زیادہ ھونے کی صورت میں ٹریبونل کے فیصلے سے متاثرہ شخص ۳۰ دن کے اندر عدالتِ عالیہ میں اپیل دائر کرسکتا ہے۔ جسکی سماعت کم از کم دو ججوں پر مشتمل بنچ کرے گا۔

(۹) نشہ آور مواد کنٹرول ایکٹ ۱۹۹۷(Control of Narcotic Substances Act,1997) کی دفعہ ۴۸ کی رو سے اس آرڈیننس کے تحت تشکیل پانے والی خصوصی عدالت کے حکم کے خلاف اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جائے گی جسکی سماعت کم از کم دو ججوں پر مشتمل بنچ کریگا۔

(۱۰) قانون دہشت گردی ۱۹۹۷(Anti Terrorism Act,1997) کی دفعہ ۲۵ کے تحت خصوصی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جاتی ہے۔

(۱۱) نیب آرڈیننس ۱۹۹۹ (National Accountability Bureau Ordinance,1999) کی دفعہ ۳۲ کی رو سے اس آرڈیننس کے تحت تشکیل پانے والی عدالت کے حتمی فیصلے یا حکم سے متاثرہ شخص یا نیب کی ھدایت پر پراسیکیوٹر جنرل اس فیصلے کے خلاف ۱۰ دن کے اندر عدالت عالیہ میں اپیل دائر کرسکتا ہے جس کی سماعت کم از کم دو ججوں پر مشتمل بنچ کرے گا اور ۳۰ دن کے اندر اپنا فیصلہ صادر کرے گا۔

(۱۲) ٹریڈ مارک آرڈیننس ۲۰۰۱ (Trade Mark Ordinance,2001) کی دفعہ ۱۱۴ کی رو سے اس آرڈیننس اور اسکے قواعد کے تحت رجسٹرار کے فیصلے کے خلاف اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جائے گی۔

(۱۳) مالیاتی اداروں کے آرڈیننس ۲۰۰۱ (The Financial Institution (Recovery of Finances) Ordinance,2001) کی دفعہ ۲۲ کے تحت بینکنگ کورٹ(Banking Court) کے کسی فیصلے، ڈگری، سزا یا کسی حکم سے متاثرہ شخص ۳۰ دن کے اندر اسکے خلاف عدالت عالیہ میں اپیل دائر کرسکتا ہے۔

فوجداری مقدمات میں اپیل: ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۰۴ کی رو سے فوجداری عدالتوں کے فیصلوں یا احکامات کے خلاف اپیل اس ضابطے یا کسی اور قانون کی اجازت سے مشروط صرف ان فیصلوں یا احکامات کے خلاف دائر کی جاسکتی ہے جہاں اپیل کا حق ضابطہ فوجداری یا کسی اور قانون میں موجود ہو۔ مذکورہ ضابطے کی دفعہ ۴۱۰ کی رو سے سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت کے فیصلے کے خلاف اپیل کا اختیار عدالتِ عالیہ کو حاصل ہے۔ اگر کسی مجسٹریٹ کی عدالت

نے ۴ سال سے زیادہ قید کی سزا کا حکم دیا ہو تو بھی اسکے خلاف اسی ضابطہ کی دفعہ ۴۰۸ کے تحت اپیل عدالت عالیہ میں دائر ہو گی۔ اسی طرح اسی ضابطہ کی دفعہ ۴۱۱ (الف) کی رو سے سوائے ان مقدمات کے جن میں دستور کے آرٹیکل ۱۸۵ کے تحت عدالتِ عظمیٰ کے روبرو اپیل دائر کی جا سکتی ہے کوئی بھی شخص جسے کسی ہائی کورٹ نے اپنے ابتدائی فوجداری اختیارِ سماعت کے تحت سزا سنائی ہو، حسبِ ذیل صورتوں میں ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر سکتا ہے۔

(الف) جب اپیل کی وجہ کوئی امر متعلقہ قانون (matter of law) زیرِ بحث لانا مقصود ہو۔

(ب) عدالتِ عالیہ اپیل کی اجازت سے یا مقدمہ کی سماعت کرنے والے جج کے اس مفہوم کے سرٹیفکیٹ پر کہ یہ اپیل کیلئے مناسب کیس ہے۔

(ج) ایسے حکمِ سزا کے خلاف جبکہ اپیل کی وجہ کوئی امر متعلقہ واقعہ (matter of fact) یا امر متعلقہ قانون و واقعہ (mater of fact and law) دونوں زیرِ بحث لانے مقصود ہوں یا کسی ایسی وجہ کی بناء پر جو عدالت اپیل کو اپیل کیلئے کافی معلوم ہو۔

(د) عدالت اپیل کی اجازت سے اس حکمِ سزا کے خلاف اپیل جواز روئے قانون مقرر ہو۔

(۲) صوبائی حکومت کی ہدایت پر پبلک پراسیکوٹر کی طرف سے ابتدائی اختیارِ سماعت کے تحت ہائی کورٹ کے ایسے حکمِ بریت کے خلاف اپیل جس میں امر متعلقہ واقعہ یا امر متعلقہ قانون سے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو۔

(۳) کسی اور قانون یا ریگولیشن کے علی الرغم اس دفعہ کے تحت اپیل کی سماعت عدالت عالیہ کے کم از کم دو ایسے جج ایک ساتھ کریں گے جنہوں نے اس کیس کی ابتدائی سماعت نہ کی ہو اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ہائی کورٹ کی رپورٹ پر صوبائی حکومت اپیل کی سماعت کیلئے کیس کسی اور عدالت عالیہ کو بھیجے گی۔ علاوہ ازیں اسی ضابطہ کی دفعہ ۴۱۷ کے تحت صوبائی حکومت کی ہدایت پر پبلک پراسیکوٹر کسی ایسے حکمِ بریت کے خلاف اپیل بھی ہائی کورٹ میں دائر کرے گا جو کسی اور عدالت نے ابتدائی اختیارات کے تحت یا عدالت اپیل کی حیثیت سے جاری کیا ہو اور اگر ایسا حکمِ بریت کسی ایسے مقدمے میں صادر کیا جائے جو نالش پر دائر کیا گیا ہو اور ہائی کورٹ نالش کنندہ کی درخواست پر اسے بریت کے خلاف اپیل دائر کرنے کیلئے خصوصی اجازت دے تو ایسے حکم کے ۶۰ دن کے اندر وہ ہائی کورٹ میں اپیل دائر کر سکتا ہے۔ دفعہ ۴۱۹ کی رو سے ہر اپیل ایک تحریری درخواست کی شکل میں خود اپیل کنندہ یا اس کے وکیل کی طرف سے زیرِ اپیل حکم یا فیصلے کے ہمراہ دائر کی جاتی ہے۔ دفعہ ۴۲۰ کی رو سے اگر اپیل کنندہ جیل میں ہو تو وہ ایسی درخواست متعلقہ عدالت اپیل کو بھجوانے کیلئے جیل کے انچارج کو پیش کرے گا۔

اختیارِ نظر ثانی (Review): ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۱۱۴ کے تحت عدالتِ عالیہ کی کسی ڈگری یا حکم کے خلاف اسی عدالت میں نظر ثانی کی درخواست دائر کی جا سکتی ہے۔

اختیارِ نگرانی (Revision): ضابطہ دیوانی کی دفعہ ۱۱۵ کی رو سے عدالت عالیہ کسی بھی ایسے مقدمے کا ریکارڈ طلب کر سکتی ہے جس کا فیصلہ کسی ماتحت عدالت نے کیا ہو اور جو قابلِ اپیل نہ ہو۔ اگر ہائی کورٹ محسوس کرے کہ ماتحت عدالت نے سماعت کے دوران ایسا کوئی اختیار استعمال کیا ہے جو اسے قانوناً حاصل نہیں ہے یا ایسا کوئی اختیار استعمال نہیں کیا ہے جو اسے قانوناً حاصل ہے یا اپنے اختیار کے استعمال میں قانون کی خلاف ورزی یا بے ضابطگی کا ارتکاب کیا ہے تو وہ جو بھی مناسب سمجھے حکم جاری کر سکتی ہے بشرطیکہ درخواست دہندہ نے اپنی درخواست کے ساتھ دعویٰ / جوابِ دعویٰ (pleedings) اور دیگر متعلقہ دستاویزات کی کاپی فراہم کی ہو۔ ایسی صورت میں عدالتِ عالیہ ماتحت عدالت سے ریکارڈ طلب کئے بغیر بھی اس درخواست کو نمٹا سکتی ہے تاہم ریکارڈ طلب کرنے کی صورت میں اس کی وجوہات بھی ریکارڈ پر لائی جائیں گی۔ اسی طرح ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۴۳۵ کی رو سے بھی عدالتِ عالیہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ ماتحت فوجداری عدالتوں کا ریکارڈ طلب کر کے اس بات کی تسلی کر لے کہ اس کی دی ہوئی سزا، جاری کردہ کوئی حکم یا فیصلہ اور کارروائی درست اور قانون کے مطابق ہے۔ ایسا ریکارڈ طلب کرتے وقت عدالتِ عالیہ ہدایت جاری کرے گی کہ جب تک اس ریکارڈ کا جائزہ لے کر اس سے متعلق کوئی فیصلہ نہیں کیا جاتا اس کے مطابق دی ہوئی سزا کو التواء میں رکھا جائے اور اگر ملزم جیل میں ہو تو اس کو ضمانت پر یا اپنے سیکورٹی بانڈ پر ضمانت پر رہا کیا جائے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جا سکتا ہے۔

ریسرچ آفیسر I
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9208752
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk

ماتحت عدالتیں اوران کا دائرہ اختیار

(Jurisdiction of Lower Courts)

ملک میں صوبائی سطح پر عدالت عالیہ (High Court) کے ماتحت دوطرح کی عدالتیں قائم ہیں، دیوانی عدالتیں اور فوجداری عدالتیں۔

ا۔ دیوانی عدالتیں

سول کورٹ آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۲ء (Civil Court Ordinance 1962) کے تحت دیوانی مقدمات کی سماعت کیلئے مندرجہ ذیل عدالتوں کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔

(۱) ڈسٹرکٹ جج کی عدالت
(۲) ایڈیشنل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت
(۳) سول جج کی عدالت بشمول، سول جج درجہ اول، سول جج درجہ دوئم اورسول جج درجہ سوئم

ضابطہ دیوانی مجریہ ۱۹۰۸ء کی دفعہ ۹ کے تحت دیوانی عدالتوں کو ان تمام مقدمات کی سماعت کا اختیار حاصل ہے جن کا تعلق دیوانی تنازعات (suits of civil nature) سے ہو، سوائے ان مقدمات کے جن کی سماعت کا اختیار کسی دوسرے قانون کے تحت دیوانی عدالت کو حاصل نہ ہو۔

دیوانی عدالتوں کے اختیار سماعت درج ذیل ہیں۔

(۱) علاقائی اختیارات سماعت (territorial jurisdiction)
(۲) مالیاتی اختیار سماعت (pecuniary jurisdiction)

علاقائی اختیار سماعت (territorial jurisdiction) سول کورٹس آرڈیننس کی دفعہ ۱۰(۲) کے تحت سول جج کا اختیار سماعت، اگر عدالت عالیہ نے کوئی تصریح نہ کی ہو، تو پورے ضلع کی حد تک ہوتا ہے۔ ایسا کوئی بھی

مقدمہ جو کسی منقولہ یا غیر منقولہ جائیداد کے قانونی حق کے حصول کے بارے میں ہو۔ مثلاً تقسیم جائیداد (partition)، جائیداد کے فروخت، نیلام، فک الرہن یا اس پر کسی بار کے ہٹانے، جائیداد کے بارے میں کوئی تصفیہ کرنے (determination of any other right)، ادائیگی، تلافی نقصان (compensation)، تکمیل معاہدہ بیع، حقوق آسائش (easement rights)، رقم کی لین دین، حصول قبضہ، منسوخی غیر قانونی معاہدہ جات، یا اس سے متعلق دیگر تنازعات یا مقدمات اس عدالت میں دائر کئے جاسکتے ہیں جس کے دائرہ اختیار سماعت میں وہ اراضی واقع ہو یا جہاں بنائے دعویٰ (cause of action) جزوی یا کلی طور پر پیدا ہوئی ہو۔ اسی طرح غیر منقولہ جائیداد کی دادرسی سے متعلق مقدمات بھی اسی عدالت کے دائرہ اختیار سماعت میں آئیں گے جس کے عدالت کے حدود اختیار سماعت کے اندر وہ جائیداد واقع ہو۔

مختلف عدالتوں کے دائرہ سماعت میں آنے والے مقدمات ایسی جائیداد سے متعلق کوئی مقدمہ جو دو یا دو سے زائد عدالتوں کے اختیار سماعت میں آتا ہو اور اس امر کے بارے میں صورتحال واضح نہ ہو یا غیر یقینی ہو کہ یہ مقدمہ کس عدالت میں دائر کیا جاسکتا ہے تو ایسی صورت میں کسی بھی عدالت کو اختیار سماعت حاصل ہوگا جس کے دائرہ اختیار میں جائیداد جزوی یا کلی طور پر واقع ہو۔ اسی طرح اگر کسی عدالت کے دائرہ اختیار کی حدود میں کسی غیر منقولہ جائیداد کو نقصان پہنچا ہو اور مدعاعلیہ (defendent) کسی دوسری عدالت کے حدود اختیار میں رہائش پذیر ہو یا کاروبار کرتا ہو تو مدعی (plaintiff) کو اختیار ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق دونوں عدالتوں میں سے جس عدالت میں چاہے مقدمہ دائر کرے۔ اس کے علاوہ اگر مدعاعلیھم ایک سے زائد ہوں تو ان میں سے کوئی اس جگہ جہاں وہ کاروبار کرتا ہو یا رہائش پذیر ہو، مقدمہ دائر کرسکتا ہے۔

مالیاتی اختیارات (pecunary jurisdiction) کسی بھی سول جج کے مالیاتی اختیارات کی درجہ بندی اس صوبہ کی ہائی کورٹ کرتی ہے۔ جو سول کورٹ آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۲ء (Civil Court Ordinance 1962) کی دفعہ ۹ کے تحت ہوتی ہے۔ جبکہ صوبہ بلوچستان میں عدالت قاضی کی مالیاتی اختیارات کا تعین دستور العمل دیوانی قلات (Dastur-ul-Amal Diwani Kalat) کے متعلقہ قوانین کے ذریعے ہوتا ہے۔ اسی طرح بلوچستان میں مجلس شوریٰ کی عدالت کا تعین سول مقدمات مجریہ ۱۹۷۶ء (Baluchistan Civil disputes Regulation 1976) کے تحت ہوتا ہے۔ صوبہ میں قائم دیوانی عدالتوں کا مالیاتی اختیار سماعت درج ذیل ہے:۔

۱۔ صوبہ سرحد

سول جج درجہ اول	لامحدود
سول جج درجہ دوئم	پچاس ہزار روپے
سول جج درجہ سوئم	بیس ہزار روپے

۲۔ صوبہ پنجاب

سول جج درجہ اول	لامحدود
سول جج درجہ دوئم	پانچ لاکھ روپے
سول جج درجہ سوئم	ایک لاکھ روپے

۳۔ صوبہ بلوچستان

سول جج درجہ اول	لامحدود
سول جج درجہ دوئم	پندرہ ہزار روپے
سول جج درجہ سوئم	پانچ ہزار روپے
عدالت علاقہ قاضی (دستور العمل دیوانی قلات)	لامحدود
عدالت علاقہ قاضی شمالی علاقہ جات (Tribal area)	پچاس ہزار روپے
مجلس شوریٰ شمالی علاقہ جات (Tribal area)	پچاس ہزار روپے مالیت سے اوپر

۴۔ صوبہ سندھ

سول جج درجہ اول (ماسوائے کراچی)	لامحدود
سول جج درجہ اول کراچی	تیس لاکھ روپے
سول جج درجہ دوئم	ایک لاکھ روپے
سول جج درجہ سوئم	پچاس ہزار روپے

ضلع جج کی سماعت ابتدائی اور اپیل کا اختیار (Original and Appellate Jurisdiction)

دستور کے آرٹیکل ۱۹۳ (۳) کے تحت "ضلع جج" (District Judge) سے مراد ابتدائی اختیار سماعت کے حامل اعلیٰ دیوانی عدالت ہے۔ ہر صوبہ کے ضلع جج کی ابتدائی اور اپیل کی سماعت کا دائرہ اختیار سول کورٹس آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۲ء کے تحت متعین ہے۔ ضلع جج کو کلی اختیار ہے کہ وہ قابل انتقال دستاویزات (negotiabe instürments) کی دعویٰ جات کی سماعت بطور ابتدائی عدالت کر سکتی ہے اور اس ضمن میں چاروں صوبوں میں صوبہ سرحد، پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں ان کے مالیاتی اختیارات (pecuniary jurisdiction) لامحدود ہیں جبکہ کراچی میں ابتدائی سماعت اختیار صرف تیس لاکھ روپے تک محدود ہے اس کے علاوہ ضلع جج کو اپیل کی سماعت کا اختیار حاصل ہے جو صوبہ سرحد میں پانچ لاکھ روپے، صوبہ پنجاب میں دو لاکھ روپے، صوبہ بلوچستان میں پانچ لاکھ روپے جبکہ صوبہ سندھ میں لامحدود اور کراچی میں تیس لاکھ روپے تک ہے۔ اس سے زائد مالیت کے دعویٰ جات کی اپیل عدالت عالیہ میں دائر کی جاتی ہے۔

۲۔ فوجداری عدالتیں

ضابطہ فوجداری مجریہ ۱۸۹۸ء (Criminal Procedure Code 1898) کے تحت دو قسم کی عدالتیں قائم ہیں۔

(۱) سیشن کی عدالت، جن میں سیشن جج، ایڈیشنل سیشن جج کی عدالتیں شامل ہیں۔

(۲) مجسٹریٹ (Magistrate) کی عدالت، جن میں مجسٹریٹ درجہ اول، درجہ دوئم اور درجہ سوئم اور خصوصی مجسٹریٹ (Special Magistrate) شامل ہیں۔

مجسٹریٹ کی عدالت مندرجہ ذیل سزا کے احکامات صادر کر سکتی ہے

مجسٹریٹ درجہ اول:۔ زیادہ سے زیادہ تین سال قید یا قید تنہائی (solitary confinement) جو قانون کے تحت لاگو ہو اور پندرہ ہزار روپیہ تک جرمانہ کی سزا کے علاوہ ارش (ursh) یعنی ایسا معاوضہ یا ہرجانہ جو کہ مجرم یا اس کے اقربا، ضرر رسیدہ شخص کو ادا کرتا ہے، ضمان (daman)، یعنی ایسا معاوضہ یا ہرجانہ جو کہ عدالت کسی مجرم پر عائد کرتی ہے جو اس ضرر رسیدہ شخص کو ادا کیا جائے گا جو ارش کا حقدار نہ بنتا ہو، کی سزا دے سکتی ہے۔

مجسٹریٹ درجہ دوئم:۔ زیادہ سے زیادہ ایک سال یا ایسی قید تنہائی (solitary confinement) جوقانوناً لاگو ہو یا پانچ ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دے سکتی ہے۔

مجسٹریٹ درجہ سوئم:۔ ایک ماہ قید یا ایسی قید تنہائی (solitary confinement) جوقانوناً لاگو ہو اور ایک ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا اس کے علاوہ مجسٹریٹ کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ عدم ادائیگی جرمانہ کی صورت میں سزائے قید میں اضافہ کرسکتا ہے۔

سیشن جج یا ایڈیشنل سیشن جج کے اختیارات سزا

(۱)۔ سیشن جج کی عدالت، کوئی بھی ایسا حکم یا سزا جو قانوناً جائز ہو، صادر کرسکتی ہے لیکن اگر وہ سزائے موت کا حکم ہو تو ایسے حکم پر عملدرآمد ہائی کورٹ کی منظوری سے ہی کیا جاسکتا ہے۔

نوعمر مجرموں کی صورت میں اختیار سماعت کسی بھی سیشن جج یا مجسٹریٹ درجہ اول کو نوعمر ملزمان سے متعلق آرڈیننس جوینائل جسٹس سسٹم مجریہ ۲۰۰۰ (Juvenile Justice Sytem Ordinance 2000) کے تحت اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچوں سے متعلق مقدمات کی سماعت کا کلی (exclusive) اختیار دیا گیا ہے۔

مختلف جرائم کی صورت میں سزا کا اختیار جب کسی شخص پر دو یا دو سے زیادہ جرم ثابت ہو جائیں تو عدالت ان جرائم کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف سزائیں تجویز کرنے کا اختیار رکھتی ہے۔

مزید معلومات کیلئے حسب ذیل پتے پر رابطہ کیا جاسکتا ہے۔

ریسرچ آفیسر-II
قانون وانصاف کمیشن
فون نمبر 051-9209412 , 9220483
فیکس نمبر 051-9214416
ای میل ljcp@ljcp.gov.pk